ماہنامہ

خواتین

محرم الحرام/صفر المظفر 1448ھ جولائی 2026

جلد: 05

شمارہ: 07

ویب ایڈیشن

آفتوں سے گھر محفوظ رہے گا

یَاوَالِیُ (اے مدد گار)

جو کوئی کورے پیالے پر لکھ کر اس میں پانی بھر کر گھر کی دیوار پر چھڑکاؤ کر دے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ وہ گھر آفتوں سے محفوظ رہے۔ (مدنی پنج سورہ، ص294)

BP ہو یا شوگر

سورۂ قدر و سورۂ کوثر تین تین بار پڑھ (یا پڑھوا) کر پانی پر دم کر کے پییں۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ B.P ہو یا شوگر آپ نارمل ہو جائیں گے۔ (مدت علاج: شفا ملنے تک روزانہ ایک بار)

امیرِ اہلِ سنت مولانا الیاس عطار قادری
21 رمضان کریم 1446ھ 25-3-22

کسی بھی کام میں ناکامی سے بچنے کے لیے

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

111 بار (اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف) پڑھ کر دُعا مانگے۔ اِن شَآءَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ کامیابی ملے گی۔

(جائز امتحان، انٹرویو، نیا کاروبار شروع کرنے کے لیے اور دیگر جائز مرادوں کے لیے یہ عمل فائدہ مند ہے۔ اِن شَآءَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ)

امیرِ اہلِ سنت مولانا الیاس عطار قادری
29 رمضان کریم 1446ھ 25-3-30

مقدّس اوراق دفن کرنے کا طریقہ

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: قرآن مجید بوسیدہ ہو گیا، اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق مُنتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لیے لَحَد بنائی جائے (یعنی گڑھا کھود کر جانب قبلہ کی دیوار کو اتنا کھودیں کہ سارے مقدّس اوراق سما جائیں) تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا (گڑھے میں رکھ کر) اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے، مُصحَف شریف بوسیدہ ہو جائے تو اُس کو جلایا نہ جائے۔ (بہارِ شریعت، 3/495)

اوراقِ مقدسہ کے تحفظ اور ان کو بے ادبی سے بچانے کے لیے دعوتِ اسلامی کے تحت **"تحفظِ اوراقِ مقدسہ"** کے نام سے ایک شعبہ قائم ہے۔ اس شعبے کے تحت مختلف مقامات پر بکس لگائے جاتے ہیں تاکہ ان میں مقدس تحریرات، پرانی اور بوسیدہ کتب ڈالی جائیں۔ جب یہ بکس بھر جاتے ہیں تو یہ شعبہ شرعی و تنظیمی اصولوں کے مطابق اوراقِ مقدسہ کو دفن، ٹھنڈا یا محفوظ کرنے کا انتظام کرتا ہے۔

فہرست

قرآن وحدیث			
تفسیرِ قرآنِ کریم	خواتین اور نیکی کی دعوت	محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ	2
شرحِ حدیث	خیرات کا ثواب	محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ	4
ایمانیات وعبادات			
عبادات	منگل اور شبِ منگل کی عبادات	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	6
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور کی اصحابِ بیعتِ رضوان سے محبت	محترمہ بنتِ محمد شاہد (فرسٹ پوزیشن)	8
معجزاتِ انبیا	حضرت شمویل علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (آخری قسط)	شعبہ ماہنامہ خواتین	10
ازواجِ انبیا	سیدہ صفیہ (دوسری و آخری قسط)	شعبہ ماہنامہ خواتین	12
نیک خواتین کے سبق آموز واقعات	لذتِ عبادت	محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ	15
فیضان بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرحِ قصیدۂ معراجیہ (قسط14)	محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ	16
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 42)	بنتِ عطار باجی	18
	شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط9)	محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ	20
	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	21
اسلام اور خواتین			
بیٹیوں کی تربیت	بیٹیوں کو صفائی ستھرائی کی تربیت دیں	محترمہ ام میلاد عطاریہ	23
خاندان میں عورت کا کردار	پوتی و نواسی کا کردار	محترمہ بنتِ مدثر مدنیہ عطاریہ	25
علم نور ہے			
قرآنیات	علوم قرآن	محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ	27
شرعی راہ نمائی			
دار الافتاء اہلسنت		مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی	29
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل			31
رسم ورواج			
	اعتقادات و توہمات (قسط نمبر 3)	محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ	32
اخلاقیات			
کرنے والے کام	قرض کی ادائیگی میں جلدی کیجئے	محترمہ ام انس عطاریہ	34
ناکرنے والے کام	ادائیگی قرض میں تاخیر مت کیجئے	محترمہ بنتِ انور عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	36
فیضان دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	محترمہ بنتِ محمد اقبال عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	38
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	عقیدۂ ختمِ نبوت کورس		40

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریرا) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضان مدینہ دعوتِ اسلامی

Go To Index

خواتین اور نیکی کی دعوت

محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ
معاونہ دار الافتاء اہلِ سنت دھوراجی کراچی

اللہ پاک کا فرمان ہے: وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ10، التوبۃ:71) ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

تفسیر

اللہ پاک نے مومنوں کے اوصاف، ان کے اچھے اعمال اور ان کے اس اجر و ثواب کو بیان فرمایا جو اس نے دنیا و آخرت میں ان کے لئے تیار فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق، آپس میں دینی محبت و الفت رکھنے والے اور ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں۔ اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانے اور شریعت کی اِتّباع کرنے کا حکم دیتے ہیں اور شرک و معصیت سے منع کرتے ہیں۔[1]

معلوم ہوا کہ نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا جیسے مردوں کی ذمہ داری ہے ایسے ہی عورتوں کی بھی ذمہ داری ہے۔ عورتیں اپنے دائرہ کار میں جہاں برائی دیکھیں وہاں اس سے روکنے کی کوشش کریں، یونہی جہاں نیکی کی بات سمجھا سکتی ہیں وہاں سمجھائیں۔ اس کے لئے سب سے اہم مقام تو گھر ہے کہ ماں اپنی اولاد کو بآسانی سمجھا سکتی ہے، پھر بہنیں ایک دوسرے کو سمجھا سکتی ہیں، یونہی رشتے دار خواتین خاندان کی دیگر عورتوں اور لڑکیوں کو نیکی کی دعوت دے سکتی ہیں۔ اس سے آگے اسکول و کالج میں پڑھانے والی خواتین اپنی طالبات کو بہت عمدہ انداز میں سمجھا کر ان کی کردار سازی اور اسلامی تربیت کر سکتی ہیں۔ مگر افسوس! بعض اوقات خواتین سمجھتی ہیں کہ تبلیغِ دین، صرف مردوں کی ذمہ داری ہے اور عورت کا کام صرف گھر چلانا اور اولاد کی تربیت کرنا ہے۔

حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ گھر اور اولاد کی ذمہ داری کے ساتھ نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا بھی عورتوں کی ذمہ داری ہے جیسا کہ علامہ ابنِ نحاس دمشقی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اللہ پاک کا فرمان وَ الْمُؤْمِنٰتُ یہاں اس بات کی دلیل ہے کہ بحالتِ استطاعت عورتوں پر مردوں کی طرح نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا واجب ہے۔[2]

یاد رہے! تبلیغِ دین اُمّتِ محمدیہ کا ایک نمایاں وصف ہے۔ اسی عظیم خوبی کے سبب خالقِ کائنات نے اس اُمّت کو سب سے بہترین اُمّت قرار دیا۔ تو جس طرح ہر مسلمان مرد و عورت کا اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا ضروری ہے، اسی طرح اپنے گھر والوں اور دیگر مسلمانوں کو بھی طاقت و توفیق کے مطابق حکمتِ عملی سے گناہوں سے روکنا لازم ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِؕ (پ04، اٰل عمرٰن:110) ترجمہ: (اے مسلمانو!) تم بہترین اُمّت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

تاریخ میں صحابیات و صالحات کے تبلیغِ دین کے بے شمار روشن واقعات موجود ہیں، جو آج کی عورتوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ صحابیاتِ طیبات کی پیروی کرتے ہوئے تبلیغِ دین کا جذبہ زندہ رکھیں۔ چنانچہ ترغیب کے

لئے دو واقعات پیشِ خدمت ہیں:

حضرت اسماء بنتِ ابو بکر اور تبلیغِ دین جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبدُ اللہ بن زبیر کو شہید کر دیا تو وہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنتِ ابو بکر صدیق کے پاس آیا اور آپ کے بیٹے پر الزامات لگانے لگا۔ اس موقع پر آپ نے نہایت جراٴت اور بے خوفی کے ساتھ ظالم کے سامنے حق بات بیان کی اور فرمایا: تو جھوٹ کہتا ہے، میرا بیٹا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا، کثرت سے روزے رکھنے والا اور عبادت گزار تھا۔ پھر فرمایا: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ہمیں خبر دی تھی کہ قبیلۂ ثقیف سے دو بڑے جھوٹے ظاہر ہوں گے اور دوسرا پہلے سے زیادہ تباہی مچانے والا ہوگا۔(3) یوں حضرت اسماء نے ایک ظالم حکمران کے سامنے حق گوئی، نیکی کی دعوت اور باطل کی تردید کا عظیم نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور تبلیغِ دین ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن ایک مرتبہ حضرت عائشہ کے پاس کسی گھر کا جھگڑا لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا: اے ابو سلمہ! زمین چھوڑ دو کیونکہ حضور نے فرمایا ہے کہ جو ایک بالشت بھر زمین بھی ظلماً لے لے تو اللہ پاک قیامت کے دن وہ حصہ اس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق بنا کر ڈالے گا۔(4) معلوم ہوا کہ صحابیات و صالحات نہ صرف خود احکامِ شریعت پر عمل کرتی تھیں بلکہ دوسروں کو بھی نیکی کی ترغیب دیتی اور ظلم و گناہ سے روکتی تھیں۔

تبلیغِ دین کی ضرورت کیوں؟ فی زمانہ دین کی تبلیغ، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے کیونکہ آج کے دور میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت بے عملی کا شکار ہے۔ نیکیاں کرنا نفس کے لئے بے حد دشوار جبکہ گناہ کرنا بہت آسان ہو چکا ہے، مسجدوں کی ویرانی، سینما گھروں اور ڈرامہ گاہوں کی رونق دین کا درد رکھنے والیوں کو رُلا دیتی ہے۔ ڈش انٹینا اور کیبل کے ذریعے ٹی وی اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال کرنے والوں نے گویا اپنی آنکھوں سے حیا دھو ڈالی ہے، ضروریات کی تکمیل اور سہولیات کے حصول کی حد سے زیادہ جدوجہد نے مسلمانوں کی بھاری تعداد کو آخرت کی فکر سے غافل کر دیا ہے۔ گالی دینا، تہمت لگانا، بدگمانی کرنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، لوگوں کے عیب جاننے کی ٹوہ میں رہنا، لوگوں کے عیب اچھالنا، جھوٹ بولنا، جھوٹے وعدے کرنا، کسی کا مال ناحق کھانا، خون بہانا، کسی کو شرعی اجازت کے بغیر تکلیف دینا، کسی کا قرض دبا لینا، کسی کی چیز وقتی طور پر لے کر واپس نہ کرنا، مسلمانوں کو برے القاب سے پکارنا، کسی کی چیز اسے ناگوار گزرنے کے باوجود اجازت کے بغیر استعمال کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، چوری و بدکاری کرنا، فلمیں ڈرامے دیکھنا، گانے باجے سننا، سود اور رشوت کا لین دین کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور انہیں ستانا، امانت میں خیانت کرنا، بدنگاہی کرنا، عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں کی نقالی کرنا، بے پردگی، غرور، تکبر، حسد، ریاکاری، اپنے دل میں کسی مسلمان کا بغض و کینہ رکھنا، غصہ آجانے پر شریعت کی حد توڑ ڈالنا، گناہوں کی حرص، حُبِّ جاہ، بخل اور خود پسندی وغیرہ معاملات بڑی بے باکی کے ساتھ کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ بظاہر نیک نظر آنے والی کسی خاتون کے قریب جائیں تو وہ بھی بسا اوقات عقیدے کی خرابی، زبان کی بے احتیاطی، بدنگاہی اور بداخلاقی وغیرہ کی آفتوں میں مبتلا نظر آتی ہے۔ لہٰذا مرد ہو یا عورت ہر ایک پر دین کی تبلیغ بقدرِ طاقت ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: تم میں سے جو کوئی بُرائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے، اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔(5) اللہ پاک ہمیں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی عظیم سعادت نصیب فرمائے۔

آمین بِجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

---

(1) تفسیر خازن، 2/259، 260 ملتقطاً (2) تنبیہ الغافلین عن اعمال الجاہلین، ص20
(3) طبقات ابن سعد، 8/200 (4) مسند امام احمد، 43/281، حدیث: 26224
(5) مسلم، ص49، حدیث: 177

Go To Index

خیرات کا ثواب

محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات کرنے کا ثواب ہو گا، خاوند کو کمانے کا ثواب ملے گا اور خزانچی کو بھی اسی کے برابر ثواب ملے گا ان میں سے کسی کا ثواب دوسرے کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو گا۔[1]

شرحِ حدیث

اگرچہ حدیثِ پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے کی خاوند کی طرف سے عادۃً اجازت ہوتی ہے جیسے پھٹا پرانا کپڑا، ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی سالن داخل ہے جس کی خیرات کرنے سے خاوند کی طرف سے ناراضی نہیں ہوتی۔ اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا معجون اپنے گھر کے خرچ کے لیے بہت روپیہ خرچ کرکے تیار کی ہے تو اس میں سے خیرات کی عورت کو اجازت نہیں۔

مرقات نے فرمایا: یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ، مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ، بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہی ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصولِ ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرلے جتنے خرچ کر دینے کی عادت ہوتی ہے۔[2]

عورت شوہر کے گھر کی نگہبان ہے

عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران و نگہبان ہے۔ شوہر کے گھر اور مال و اسباب وغیرہ کی حفاظت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح شوہر کے مال سے بغیر اجازت صدقہ و خیرات کرنا بھی جائز نہیں لیکن اگر شوہر کی طرف سے اجازت ہو یا اتنی معمولی چیز خیرات کی کہ جس کا خیرات کرنا شوہر کو ناگوار نہیں ہو گا تو عورت کے لیے ایسا کرنا جائز و ثواب کا کام ہے۔

یاد رہے! اجازت صراحتاً بھی ہو سکتی ہے اور دلالۃً بھی۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: مالک کی طرف سے اس کے مال سے صدقہ و خیرات کرنے کی اجازت ہونا ضروری ہے۔ اگر مالک کی اجازت نہ ہو تو ان تینوں میں سے کسی کو بھی (اس کے مال سے صدقہ و خیرات کرنا) جائز نہیں، بلکہ غیر کے مال میں بغیر اس کے مالک کی اجازت کے تصرف کرنے کا گناہ ان پر ہو گا۔ اب اجازت کی دو قسمیں ہیں: (1) صریح اجازت: یعنی خرچ اور صدقہ کرنے کی صراحۃً (واضح الفاظ میں) اجازت ہو۔ (2) عُرفی اجازت: یعنی ایسی اجازت جو عرف و رواج کی وجہ سے سمجھی جاتی ہے (یعنی دلالۃً اجازت) جیسے کسی مانگنے والے کو روٹی کا ٹکڑا یا اس طرح کی کوئی معمولی چیز دینا جس پر عادت جاری ہو اور عرفاً یہ معلوم ہو کہ شوہر یا مالک اس پر راضی ہے۔ ایسی صورت میں (مالک کی) اجازت حاصل سمجھی جائے گی اگرچہ وہ زبان سے کچھ نہ بولے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب رواج کی بنیاد پر شوہر کی رضامندی کا علم ہو اور یہ معلوم ہو کہ اس کا دل بھی عام لوگوں کی طرح ایسے معمولی صدقے پر خوش اور راضی ہوتا

Go To Index

ہے۔ لیکن اگر عرف و رواج واضح نہ ہو اور اس کی رضامندی میں شک ہو، یا وہ کنجوس طبیعت کا ہو کہ ایسی چھوٹی چیز دینے میں بھی کنجوسی کرتا ہو اور یہ بات اس کے حال سے معلوم ہو یا اس کا شبہ ہو تو پھر بیوی یا کسی اور کے لیے اس کے مال سے صدقہ کرنا جائز نہیں ہے جب تک وہ واضح طور پر اجازت نہ دے دے۔[3]

ایک نیکی میں کئی لوگوں کا شریک ہونا

مذکورہ حدیثِ مبارک میں تین لوگوں کو ثواب کی بشارت عطا فرمائی گئی ہے: (1) شوہر جس نے مال کمایا (2) بیوی جس نے مال خیرات کرنے کا حکم دیا اور (3) خزانچی / عامل جس نے حکم دیئے جانے پر مال خیرات کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک نیکی میں کئی افراد بھی شریک ہوں تو ان سب کو اس کا ثواب ملے گا کیونکہ نیکی کے کام میں مدد کرنا بھی نیکی ہے۔

یاد رہے! یہاں اصلِ ثواب میں تو سب برابر شریک ہوں گے (یعنی سب کو ہی ثواب ملے گا) لیکن مقدارِ ثواب میں فرق ہے۔ شوہر نے چونکہ محنت و مشقت سے مال کمایا ہے، لہٰذا اس کا ثواب بیوی اور خزانچی کی نسبت زیادہ ہوگا۔

صدقہ و خیرات کے فوائد

- صدقہ و خیرات کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے۔
- صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے۔
- جو مال صدقہ کیا گیا وہ بقا پا جاتا ہے۔
- صدقہ کوتاہیوں کو یوں مٹاتا ہے جیسے پانی آگ کو۔
- صدقہ اللہ پاک کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔
- صدقہ اللہ پاک کے غضب کو کم کرتا ہے۔
- صدقہ قبر کی گرمی سے بچاتا ہے۔
- صدقہ برائی کے ستر دروازے بند کرتا ہے۔
- صدقہ بری موت سے بچاتا ہے۔
- صدقہ جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

عورتیں صدقہ و خیرات کیسے کریں؟

بعض خواتین کا یہ ذہن ہوتا ہے کہ ہم تو کماتی نہیں ہیں، ہمارے پاس تو پیسے ہی نہیں، ہم کہاں سے صدقہ و خیرات کریں؟ ان کے لیے مذکورہ حدیثِ مبارک میں صدقہ و خیرات کرنے کا بہت آسان طریقہ بتادیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اگر عورت شوہر کی کمائی میں سے (اس کی اجازت کے ساتھ) صدقہ و خیرات کرے تو شوہر کے ساتھ ساتھ وہ بھی ثواب کی حق دار ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ کثیر چیز ہی صدقہ کی جائے بلکہ معمولی سی چیز بھی صدقہ کی جاسکتی ہے، مثلاً: گھر میں بنائے گئے کھانے میں سے کچھ صدقہ کر دیا جائے، پرانے کپڑے، پرانے جوتے یا گھریلو استعمال کی دیگر ایسی پرانی چیزیں جو قابلِ استعمال ہوں وہ کسی مستحق کو دے دی جائیں۔ ہم اپنے گھروں کا جائزہ لیں تو ہمارے گھروں میں اکثر ایسی چیزیں موجود ہوتی ہیں جو بالکل استعمال میں نہیں آتیں اور بسا اوقات پڑی پڑی خراب بھی ہو جاتی ہیں، ایسی چیزوں کو بھی (شوہر کی اجازت سے) کسی مستحق کو دے دیا جائے تو وہ ضائع ہونے سے بھی بچ جائیں گی اور ثواب بھی ملے گا۔

شوہر سے اجازت لینا کب ضروری ہے؟

یہ بھی یاد رہے کہ شوہر سے اجازت لینا اس صورت میں ضروری ہے جب شوہر کے مال سے صدقہ کیا جائے۔ البتہ! اگر بیوی اپنے مال سے صدقہ کرے یا اپنی ملکیت میں موجود کوئی چیز بطورِ صدقہ کسی مستحق کو دینا چاہے تو اس کے لیے شوہر کی اجازت لینا ضروری نہیں لیکن باہمی تعلقات کو مضبوط اور خوشگوار رکھنے کے لیے اجازت لے لینا بہتر ہے۔

اللہ پاک ہمیں صدقہ و خیرات کرتی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. بخاری، 1/485، حدیث:1441
2. مراٰۃ المناجیح، 3/127
3. عمدۃ القاری، 6/418

Go To Index

منگل اور شبِ منگل کی عبادات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

منگل بھی مبارک دن ہے۔اس دن کو تاریخی اعتبار سے کئی نسبتیں حاصل ہیں، مثلاً: ✹ اسی دن اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا عطا فرمائی۔(1) ✹ اسی دن اللہ پاک نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بیتُ المقدس سے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔(2) ✹ اسی دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔(3) ✹ اسی دن سورۃُ الحدید نازل ہوئی اور اسی دن اللہ پاک نے لوہے کو پیدا فرمایا۔(4) ✹ اسی دن اللہ پاک نے پہاڑوں اور ان میں موجود نفع بخش چیزوں کو پیدا فرمایا۔(5) ✹ اسی دن اللہ پاک نے جہنم کو پیدا کیا اور اسی دن اللہ پاک نے مَلَکُ الْمَوْت علیہ السلام کو اولادِ آدم کی روحوں پر اختیار دیا۔(6)

منگل کا دن کیسے گزاریں؟ اس مبارک دن کی مبارک گھڑیوں کو گزارنے کے لئے ہماری بھرپور راہ نمائی کی گئی ہے۔چند روایات پیشِ خدمت ہیں:

منگل کا روزہ

ام المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضور نے حکم دیا تھا کہ وہ تین روزے ہر مہینے رکھیں جن میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہو۔(7) یہ حکم استحبابی تھا نہ کہ وجوبی، اسی واسطے اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا کے وہ روزے نفل ہوتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی مہینہ میں پیر منگل اور بدھ کے روزے رکھو اور کسی میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے۔ بعض شارحین کے خیال میں یہ واؤ بمعنی اَوْ ہے یعنی تمہیں اختیار ہے کہ پیر سے شروع کرو یا جمعرات سے۔(8)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: حضور ایک مہینے میں ہفتہ، اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کا۔(9) یعنی آپ نے ہفتہ کے سارے دنوں میں اپنے روزے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادتِ کریمہ تھی ہی جیسا کہ ابھی حدیثِ پاک میں گزر گیا۔ ہم لوگ دنوں سے برکت حاصل کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عبادات سے دن برکت پاتے تھے جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے۔(10)

منگل کے دن کے نوافل

شہادت کی موت: جس نے منگل کے دن نصف دن کے وقت دس رکعت نماز پڑھی۔ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھی تو 70 دن تک اس کی کوئی برائی نہ لکھی جائے گی۔ اگر وہ 70 دن کے اندر مر گیا تو شہادت کی موت مرے گا اور اس کے 70 سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔(11)

ایک روایت میں ہے کہ جو منگل کے دن کے درمیان میں اور ایک روایت میں ہے کہ دن بلند ہوتے وقت دس رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک ایک بار سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے تو ستر روز تک اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ اگر ستر دنوں کے اندر اندر فوت ہو جائے تو شہادت کا درجہ پائے گا اور اس کے ستر سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔(12)

Go To Index

منگل کے دن اشراق کے بعد نصف النہار تک بارہ رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار پڑھے اور سورۂ اخلاص تین بار۔[13]

شبِ منگل کے نوافل

جو دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں 15، 15 بار سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق و ناس پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد 15 بار آیۃ الکرسی پڑھے اور 15 بار اللہ پاک سے استغفار کرے تو اس کے لئے عظیم ثواب اور بڑا اجر ہے۔[14]

جو منگل کی رات دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور سات بار سورۂ قدر اور سورۂ اخلاص پڑھے تو اللہ پاک اسے جہنم کی آگ سے آزاد فرمادے گا اور بروزِ قیامت یہ نماز اس کے لئے جنت کی طرف راہ نما اور دلیل ہو گی۔[15]

شبِ منگل دو رکعت پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اور معوذتین پندرہ بار اور سلام کے بعد درود شریف اور آیۃ الکرسی اور استغفار پندرہ بار پڑھے۔[16]

مروی ہے کہ جس نے شبِ منگل بارہ رکعات ادا کیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورہ نصر پڑھی تو اللہ پاک اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادے گا جس کی لمبائی اور چوڑائی دنیا کی وسعت سے سات گنا زیادہ ہو گی۔[17]

منگل کے دن بعض کرنے یا نہ کرنے والے کام

امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ درزی کو کون سے روز (نیا کپڑا) سلنے کو دے؟ تو جواباً ارشاد فرمایا: کپڑے کے استعمال یا درزی کو دینے کے لئے کوئی خصوصیت نہیں، ہاں منگل کے دن کپڑا قطع نہ کیا جائے، مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا: جو کپڑا منگل کے روز قطع کیا جائے وہ جلے یا ڈوبے یا چوری ہو جائے۔[18] منگل کے دن کپڑے کاٹنا شرعاً جائز ہے مگر واجب نہیں لہٰذا کپڑے سینے والی اسلامی بہنوں کی خدمت میں مشورہ ہے کہ منگل کے دن کپڑے کاٹنے سے اجتناب کرتے ہوئے کسی اور دن کاٹ لیں۔[19]

منگل کے دن شادی کرنا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ منگل کو شادی نہیں کرنی چاہئے؟ اس بارے میں دار الافتاء اہلِ سنت کا فتویٰ ہے کہ منگل والے دن شادی کرنا شرعاً بالکل جائز ہے، شریعت میں کسی بھی دن شادی کرنے سے کوئی ممانعت نہیں ہے اور اس دن کے متعلق بدشگونی لینے کی بھی اجازت نہیں ہے۔[20]

منگل کے دن حجامہ کروانا کیسا؟ حضرت کبشہ بنتِ ابی بکرہ کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے دن حجامہ کروانے سے منع کرتے تھے اور یہ روایت بیان کرتے کہ منگل کا دن خون کا دن ہے اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں خون ٹھہرتا نہیں۔[21] قابیل نے ہابیل کو منگل کے دن ہی قتل کیا اور جنابِ حوا کو منگل کے دن ہی حیض شروع ہوا گویا یہ دن خون کی ابتدا کا ہے یا اس دن میں خون جوش مارتا ہے۔ اس دن کی ہر گھڑی میں احتمال ہے کہ شاید وہ ہی گھڑی ہو۔[22] البتہ! اگر مہینے کی سترہ تاریخ منگل کے دن ہو تو اس دن حجامہ کروانا سال بھر کی بیماری کی دوا ہے۔[23] جیسا کہ حضرت عبدُ اللہ بن عباس فرماتے ہیں: میں بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ منگل کے دن حجامہ کروا رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا اس دن بھی حجامہ کروایا جاتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں! تم میں سے جس کا منگل کا دن مہینے کی سترہ تاریخ کے موافق آجائے تو وہ اس (تاریخ) سے آگے نہ بڑھے یہاں تک کہ حجامہ کروالے، پس تم اس میں حجامہ کروایا کرو۔[24]

---

1 مستدرک، 5/299، حدیث: 7556 2 الاحسان، 3/108، حدیث: 1713 3 مسند ابی یعلی، 1/217، حدیث: 442 4 مجمع الزوائد، 5/155، حدیث: 8331 5 مستدرک، 3/409، حدیث: 4050 6 فیض القدیر، 1/63، تحت الحدیث: 8 7 ابوداود، 2/483، حدیث: 2452 8 مراۃ المناجیح، 3/191 9 ترمذی، 2/186، حدیث: 746 10 مراۃ المناجیح، 3/190 11 قوت القلوب، 1/53 12 غنیۃ الطالبین مترجم، ص 675 13 جواہر خمسہ مترجم، ص 59 14 احیاء علوم الدین، 1/268 15 احیاء علوم الدین، 1/268 16 جواہر خمسہ مترجم، ص 58 17 قوت القلوب، 1/56 18 فتاویٰ رضویہ، 22/184 19 اصلاحِ امت میں دعوتِ اسلامی کا کردار، ص 13 20 فتاوی اہلِ سنت غیر مطبوع، فتویٰ نمبر: WAT-4763 21 ابو داود، 4/7، حدیث: 3862 22 مراۃ المناجیح، 6/233 ملتقطاً 23 معجم کبیر، 20/216، حدیث: 499 24 کتاب المجروحین لابن حبان، 2/402

حضور کی اصحابِ بیعتِ رضوان سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 49ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ محمد شاہد عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: درجہ رابعہ فیضانِ ام عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ)

پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے تمام صحابہ کرام سے ہی بہت زیادہ محبت فرماتے تھے مگر بیعتِ رضوان والوں سے خصوصی محبت فرماتے تھے۔ یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے جان کی بازی لگانے کا عہد کیا۔ اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے بیعتِ رضوان والے جانثار صحابہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کو جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ حضرت اُمِّ مبشر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جن لوگوں نے (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان شاء اللہ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔[1] اس کے علاوہ ان صحابہ کرام کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا (پ26، الفتح:18) ترجمہ: بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے تو اللہ کو وہ معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا تو اس نے ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ پاک نے اصحابِ بیعتِ رضوان کو خاص طور پر اپنی رضا سے نوازا۔ بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے سارے ہی مخلص مومن ہیں کیونکہ اللہ پاک نے انہیں کسی تخصیص کے بغیر مومن فرمایا۔ بیعت کرنے والے تمام حضرات سے اللہ پاک خاص طور پر راضی ہو چکا ہے۔

اس خصوصی رضا کا سبب یہی بیعت ہے کہ ارشاد ہوا اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ (پ26، الفتح:18) ترجمہ: جب وہ تمہاری بیعت کر رہے تھے۔

اصحابِ بیعتِ رضوان کے ساتھ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کی مثال یہ بھی ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے لیے دعا فرماتے، ان کی قربانیوں کو یاد رکھتے اور ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔

اس بیعت میں محبت کی انتہا تھی کہ حضور نے حضرت عثمان کی غیر موجودگی میں ان کی نمائندگی خود فرمائی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے وفادار صحابہ سے کس قدر محبت فرماتے تھے۔ یہ محبت کی وہ معراج ہے جہاں اور کوئی نہ پہنچ سکا، آپ نے ان صحابہ کرام کے لیے دائمی جنت کی ضمانت دی۔ یہ حضور کی محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کے جاں نثاروں کو اللہ پاک نے اپنی رضا کا سند یافتہ بنا دیا۔

بیعتِ رضوان میں شامل تمام 1400 صحابہ کرام نے جان ہتھیلی پر رکھ کر حضور کے ہاتھ پر عہد کیا تھا۔ آپ نے ان کے اس ایثار، وفاداری اور محبت کی وجہ سے ان کے فضائل کو امت پر واضح فرمایا، الغرض بیعتِ رضوان کے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جاں نثار اور وفادار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے ان وفاداروں سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ یہ بیعت ان کی بے مثال محبت، اطاعت اور وفاداری کا

ثبوت ہے۔ بیعتِ رضوان عشقِ رسول، جذبۂ شہادت اور نظم وضبط کا ایک ایسا عظیم نمونہ ہے جو رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اللہ کریم ہم سب کو اصحابِ بیعتِ رضوان کا فیضان نصیب فرمائے، ہمیں اور ہماری نسلوں کو صحابہ کرام کا مدح خواں بنائے رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

محترمہ بنتِ ریاض عطاریہ
(طالبہ: درجۂ ثالثہ فیضانِ ام عطار گلبہار سیالکوٹ)

اسلامی تاریخ میں بیعتِ رضوان ایک عظیم اور بابرکت واقعہ ہے جو 6 ہجری میں صلحِ حدیبیہ کے موقع پر ایک درخت کے نیچے پیش آیا۔ اس بیعت میں صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ہاتھ پر جان کی بازی لگانے کا وعدہ کیا۔ جس میں تقریباً 1400 صحابہ کرام شامل تھے۔ یہ وہ خوش نصیب صحابہ کرام ہیں جن سے اللہ پاک اور اس کے رسول راضی ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اصحابِ بیعتِ رضوان سے بے حد محبت فرماتے اور ان کی تعظیم فرماتے تھے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اصحابِ بیعتِ رضوان سے محبت کے متعلق روایات پیشِ خدمت ہیں:

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار: جب صلحِ حدیبیہ کے موقع پر یہ غلط خبر مشہور ہوئی کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت لی۔ اس موقع پر حضور نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے۔[2] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔

اصحابِ بیعتِ رضوان کو مغفرت کی بشارت: یوں تو تمام صحابہ ہی قطعی جنتی اور اہلِ مغفرت ہیں، کیونکہ اللہ پاک نے ان تمام سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جن کو جنت کی بشارت اور دوزخ سے نجات کی خوشخبری عنایت فرمائی ان میں اصحابِ بیعتِ رضوان بھی شامل ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اصحاب بیعتِ رضوان کے بارے میں ارشاد فرمایا: درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ان شاء اللہ کوئی بھی آگ (جہنم) میں داخل نہیں ہوگا۔[3]

سب سے بہتر!

بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبدُ اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اصحابِ بیعتِ رضوان سے ارشاد فرمایا: تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔[4]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کی جماعت جو کہ پہلے ہی امت کے بہترین لوگ ہیں، ان میں سے بھی اصحابِ بیعتِ رضوان کو بہترین امت قرار دیا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اصحابِ بیعتِ رضوان سے محبت کو ظاہر کرتی ہے۔

الغرض مذکور بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اصحاب بیعتِ رضوان سے کس قدر محبت فرماتے تھے اور محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کا احترام بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان اصحاب کی بہت عزت فرماتے تھے اور اپنی امت کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔ بیعتِ رضوان میں شریک صحابہ کرام کو اللہ پاک کی رضا حاصل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے حد محبت نصیب ہوئی۔ ان کا مقام امت میں بہت بلند ہے، ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ان سے محبت کریں اور ان کے نقشِ قدم پر چلیں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں ان صحابہ کرام کا خوب فیض نصیب فرمائے۔ آمین

1 مسلم، ص1041، حدیث:6404
2 ترمذی، 5/392، حدیث:3722
3 مسلم، ص1041، حدیث:6404
4 بخاری، 3/69، حدیث:4154 ملخصاً

حضرت شمویل علیہ السلام کے معجزات و عجائبات

(آخری قسط)

حضرت شمویل علیہ السلام کی خواہش پر طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا گیا، جو حضرت بنیامین کی نسل سے تھے۔ وہ ایک نیک، خوبصورت اور بلند قد والے تھے، یہاں تک کہ ان کے قد کی وجہ سے انہیں طالوت کہا جاتا تھا۔(1) وہ مالی طور پر کمزور تھے۔ ان کے پیشے کے بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں، جیسے چمڑے کی دباغت، سواری کے جانور کرائے پر دینا اور پانی پلانا۔(2) بنی اسرائیل نے ان کی غربت اور خاندانی حیثیت کی وجہ سے انہیں بادشاہ ماننے سے انکار کیا، مگر حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ "اللہ پاک نے انہیں منتخب فرمایا ہے اور بادشاہت اللہ پاک کی عطا ہے۔" اصل معیار علم اور جسمانی قوت ہے اور یہ صفات طالوت میں دوسروں سے زیادہ موجود ہیں، اس لیے وہی بادشاہت کے مستحق ہیں۔(3)

امام رازی کے مطابق علم اور قوت کو مال و مرتبے پر ترجیح دینے کی چند وجوہات ہیں: 1 علم اور طاقت حقیقی کمالات ہیں جبکہ مال و منصب ایسے نہیں۔ 2 علم اور قدرت انسان کے ذاتی کمالات ہیں، جبکہ مال و منصب انسان کی ذات سے الگ ہیں۔ 3 بادشاہت کا اصل مقصد نظامِ حکومت چلانا، جنگی حکمت عملی سمجھنا اور قوم کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھنا ہے اور یہ سب صلاحیتیں علم اور قوت سے حاصل ہوتی ہیں، نہ کہ مال و منصب سے۔ اس لیے حکمرانی کے لیے اصل معیار علم اور طاقت کو قرار دیا گیا ہے۔(4)

ایک اور مطالبہ !!! بنی اسرائیل اپنی ضد سے اتنی آسانی سے باز آنے والے نہیں تھے، چنانچہ انہوں نے پھر ایک اور مطالبہ کر دیا کہ طالوت کے اللہ پاک کی طرف سے منتخب ہونے پر دلیل یا نشانی پیش کیجیے! حضرت شمویل نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین و طمانیت کا سامان ہے اور جس میں حضرت موسیٰ و ہارون کے تبرکات تھے جو عمالقہ تم سے چھین کر لے گئے تھے، وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ اگر تم ایمان والے ہو تو اس سے بڑھ کر تمہیں کسی نشانی کی ضرورت نہیں۔(5)

چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد چار فرشتے صندوق لے کر آ گئے اور صندوق کو حضرت شمویل علیہ السلام کے پاس رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر تمام بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی کو تسلیم کر لیا اور آپ نے بادشاہ بن کر نہ صرف ملکی انتظام سنبھالا بلکہ بنی اسرائیل کی فوج بھرتی کر کے قومِ عمالقہ کے کفار سے جہاد بھی فرمایا۔(6)

تابوتِ سکینہ یہ تابوت اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا، جس میں تمام انبیا اور ان کے گھروں کی تصاویر تھیں۔ آخر میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے گھر کی تصویر سرخ یاقوت میں تھی۔ یہ صندوق نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا، جو اس میں تورات کی تختیاں، عصا، لباس اور نعلین رکھتے تھے، جبکہ حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا و عمامہ اور منّ بھی اس میں شامل تھا۔ اس کے ساتھ بنی اسرائیل کو جنگ میں سکون اور فتح نصیب ہوتی تھی۔ جب وہ نافرمان ہوئے تو اللہ پاک نے دشمنِ قومِ عمالقہ کو ان پر مسلط کیا، جنہوں نے تابوت لے کر بے حرمتی کی، جس کے نتیجے میں وہ بیماریوں اور تباہی کا شکار ہوئے۔ آخر کار انہوں نے تابوت چھوڑ دیا، جسے فرشتے واپس بنی اسرائیل تک لے آئے اور وہ طالوت کے پاس پہنچا۔ تابوت کی واپسی کو بنی اسرائیل نے طالوت کی

بادشاہی کی علامت سمجھ کر قبول کیا اور جہاد کے لیے تیار ہو گئے، جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی شامل تھے۔[7]

اس واقعے سے عقیدہ و عمل کی بہت سی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں، جن میں سے چند پیشِ خدمت ہیں: ☆ بزرگوں کے تبرکات اللہ پاک کی بارگاہ میں بڑی قدر و منزلت رکھتے ہیں اور ان کے ذریعے مخلوق کو رحمتیں، برکتیں اور روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں مذکور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات والے صندوق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے ان چیزوں کو باعثِ سکینہ و برکت بنایا۔ لہٰذا جہاں اولیا و صالحین کے تبرکات ہوں وہاں رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے اور اہلِ ایمان کو قلبی اطمینان اور روحانی فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ ☆ بزرگوں کے تبرکات پر جب اللہ پاک کی رحمت اور سکینہ نازل ہونا قرآن سے ثابت ہے تو ان مقدس ہستیوں کی قبروں پر رحمت و برکت کا نزول بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگا۔ لہٰذا جو مسلمان اولیائے کرام کی قبروں پر حاضر ہوتے ہیں، وہ بھی ان رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں، جیسے بارش میں کھڑا شخص بھیگ جاتا ہے اور عطر کے پاس بیٹھنے والا خوشبو پالیتا ہے۔ اس حاضری کے سبب دلوں کو سکون، مصائب سے نجات اور دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ☆ بزرگوں کے تبرکات اور مقدس مقامات کی بے ادبی اللہ پاک کے غضب کا سبب بنتی ہے۔ قرآن میں مذکور صندوقِ سکینہ کی اہانت کرنے والی قوم عمالقہ مختلف آفات و مصائب میں مبتلا ہوئی، یہاں تک کہ انہوں نے خود مان لیا کہ یہ عذاب اس مقدس صندوق کی بے حرمتی کا نتیجہ ہے۔ اسی خوف سے انہوں نے صندوق واپس کر دیا تاکہ اللہ پاک کے عذاب سے نجات حاصل ہو سکے۔ ☆ صندوقِ سکینہ کی برکت سے بنی اسرائیل کو فتح ملتی تھی تو اللہ والوں کی قبروں سے بھی برکتیں، رحمتیں اور مشکلات سے نجات حاصل ہونا ناممکن نہیں کہ بزرگوں کے تبرکات کے مقابلے میں خود ان مقدس ہستیوں کے اجسام زیادہ شرف و برکت رکھتے ہیں۔ ☆ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب کوئی قوم اللہ پاک اور اس کے رسول کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس سے نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔ بنی اسرائیل کی سرکشی اور گناہوں کے سبب ان سے صندوقِ سکینہ جیسی عظیم نعمت بھی چھین لی گئی۔[8]

پیاس کے ذریعے آزمائش جب بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہت پر راضی اور جہاد کے لیے نکلنے پر آمادہ ہوئے تو طالوت نے حکم دیا کہ جو لوگ دنیاوی کاموں جیسے تعمیرات یا تجارت میں مشغول ہوں وہ میرے ساتھ نہ چلیں، کیونکہ لشکر کو مکمل توجہ اور تیاری کے ساتھ نکلنا چاہیے تاکہ دل دنیاوی مشاغل سے خالی رہیں۔[9]

وہ ایک بڑا لشکر لے کر بیت المقدس سے روانہ ہوئے۔ راستے میں شدید گرمی اور پیاس نے لوگوں کو بے حال کر دیا، جو ان کے لیے آزمائش تھی۔ حضرت شمویل علیہ السلام پر آنے والی وحی کے مطابق طالوت نے اعلان کیا کہ اللہ پاک تمہیں ایک نہر کے ذریعے آزمائے گا، جو اس کا پانی پیے گا وہ میرا نہیں، اور جو نہ پیے گا وہ میرا ہے، البتہ! جو ایک چلو بھر لے تو مضائقہ نہیں۔ جب لشکر نہر پر پہنچا تو اکثر لوگ صبر نہ کر سکے اور خوب پانی پی لیا، مگر 313 افراد ثابت قدم رہے اور صرف ایک چلو پر اکتفا کیا۔ اس صبر کی وجہ سے ان کے ایمان کو قوت ملی اور اللہ پاک نے اس چلو پانی میں برکت ڈال دی جو ان کے لیے کافی ہو گیا۔[10]

امام رازی فرماتے ہیں: یہ اس وقت کے نبی (حضرت شمویل) کا معجزہ تھا، جس طرح اللہ پاک حضور کے زمانے میں تھوڑے پانی سے بہت مخلوق کو سیراب فرماتا رہا۔ جبکہ جی بھر کر پینے والوں کے ہونٹ سیاہ ہو گئے، ان کی پیاس مزید بڑھ گئی اور ان کے دلوں میں بزدلی بیٹھ گئی۔[11]

---

(1) تفسیر کبیر، 2/504، 505 ملتقطاً (2) تفسیر کبیر، 2/504 مفہوماً (3) پ2، البقرۃ:247 مفہوماً (4) تفسیر کبیر، 2/504 ملتقطاً (5) پ2، البقرۃ:248 مفہوماً (6) عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص60 (7) سیرت الانبیاء، ص664، 665 ملخصاً (8) عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص55، 56 مفہوماً (9) تذکرۃ الانبیاء، ص437 ملخصاً (10) تفسیر کبیر، 2/511 (11) تفسیر کبیر، 2/511

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

(دوسری و آخری قسط)

خیبر سے مدینے کا سفر

مدینہ منورہ واپسی کے سفر میں جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے اونٹ پیش کیا گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے شفقت سے اپنا زانوئے مبارک آگے فرمایا تاکہ وہ اس پر پاؤں رکھ کر آسانی کے ساتھ سوار ہو جائیں۔[1] مگر حضرت صفیہ کے دل میں حضور کی محبت اور ادب اس قدر رچا بسا تھا کہ انہوں نے پاؤں رکھنے کے بجائے نہایت احترام کے ساتھ اپنا گھٹنا زانوئے اقدس پر رکھا[2] اور اسی انداز سے سواری اختیار کی۔ یہ منظر اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے دل میں حضور کی محبت، عقیدت اور تعظیم کس درجہ بڑھ چکی تھی۔

اسی سفر کے دوران جب حضرت صفیہ کو اونگھ آنے لگی تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پوری شفقت کے ساتھ انہیں سنبھالتے رہے[3] تاکہ وہ گرنے نہ پائیں۔ یوں اس سفر میں ایک طرف حضرت صفیہ کا ادب و عشق جلوہ گر نظر آتا ہے تو دوسری طرف حضور کی محبت، دل جوئی اور مقدس بیویوں کے ساتھ بہترین سلوک اپنی پوری شان کے ساتھ نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

مدینے میں قیام

جب حضرت صفیہ مدینہ منورہ پہنچیں تو آپ کو حضرت حارثہ بن نعمان کے گھر ٹھہرایا گیا۔ حضرت صفیہ نہ صرف اپنے غیر معمولی حسن و جمال کی وجہ سے معروف تھیں بلکہ نسب و خاندان کے اعتبار سے بھی ایک خاص مقام رکھتی تھیں، اسی لئے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی آپ کے حسن و جمال اور عالیشان شخصیت کے چرچے عام ہو چکے تھے۔ چنانچہ انصار کی عورتیں شوق و اشتیاق کے ساتھ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہونے لگیں اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ جاتیں۔ یہاں تک کہ بعض مقدس بیویاں بھی نقاب اوڑھ کر آپ کو دیکھنے کے لئے تشریف لائیں۔[4]

اسی دوران جب خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چند دیگر خواتین کے ہمراہ ملنے آئیں تو حضرت صفیہ نے اپنے کانوں میں موجود سونے کا زیور (خرصہ) سیدہ خاتونِ جنت کو بطورِ تحفہ پیش کر دیا۔[5] اس عمل سے ان کے دل کی وہ کیفیت جھلکتی ہے کہ اسلام اور حضور سے وابستگی کے بعد ان کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ یہ بن گیا تھا کہ حضور اور آپ کی محبوب ہستیوں کی محبت و تعظیم کو ہی اپنا مقصدِ حیات جانیں، یہاں تک کہ اسی محبت کے اظہار میں انہوں نے اپنے زیورات بھی بخوشی نچھاور کر دینے میں تامل نہ فرمایا۔

حضور کی رضا کی طلبگار

حضرت صفیہ اگرچہ آسائشوں میں پلی ہوئی خاتون تھیں، مگر اسلام قبول کرنے کے بعد جب وہ حضور کی خدمت میں آئیں تو ان کی پوری زندگی کا مرکز صرف اور صرف حضور کی رضا کا حصول تھا۔ ان کے دل میں دنیا کی کسی چیز کی طلب باقی نہ رہی تھی، بلکہ ان کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ کسی طرح حضور کی رضا حاصل رہے۔ حضور بھی ان کے اس اخلاص اور نازک مزاجی کا خاص خیال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حجۃ الوداع

Go To Index

کے مبارک سفر میں جب حضور اپنی تمام مقدس بیویوں کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے تو راستے میں اتفاقاً حضرت صفیہ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ بے اختیار رونے لگیں۔ جب حضور کو اس کی خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور نہایت شفقت و محبت کے ساتھ اپنے دستِ مبارک سے ان کے آنسو پونچھنے لگے۔ حضور بار بار انہیں تسلی دیتے اور رونے سے منع فرماتے، مگر حضرت صفیہ پر رقت اس قدر غالب تھی کہ وہ اور زیادہ اشک بہانے لگتیں۔ جب کسی طرح خاموش نہ ہوئیں تو حضور نے ہلکی سی سرزنش فرمائی اور قافلے کو وہیں ٹھہر جانے کا حکم دے کر خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا تاکہ حضرت صفیہ کو تسلی اور اطمینان حاصل ہو۔ چونکہ حضرت صفیہ کے دل میں حضور کی رضا کے سوا کوئی طلب نہ تھی، اس لئے اس سرزنش سے ان کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں حضور ان سے ناراض تو نہیں ہو گئے۔ اسی فکر میں وہ بے حد بے چین ہو گئیں اور اس خیال سے کہ کسی طرح حضور کی رضا دوبارہ حاصل ہو جائے، حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوئیں اور انہیں حضور کی بارگاہ میں اپنی سفارش پر آمادہ کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ خوشبو میں بسے ہوئے زعفرانی دوپٹے کے ساتھ حضور کے خیمے میں حاضر ہوئیں تو حضور نے فرمایا: عائشہ! یہ تمہارا دن نہیں ہے۔ عرض کی: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (پ6، المآئدۃ: 54) (ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔)[6]

سیدہ صفیہ کا عشقِ مصطفےٰ

سیدہ صفیہ کے دل میں عشقِ مصطفےٰ کی شمع کس درجہ روشن تھی، اس کا اندازہ اس روح پرور واقعے سے بخوبی ہوتا ہے کہ وصالِ ظاہری فرمانے سے کچھ پہلے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مرضِ مبارک میں مبتلا تھے، اس وقت حضور کی تمام مقدس بیویاں حضور کے گرد جمع تھیں۔ فضا غمگین تھی اور ہر دل حضور کے مرض سے بے چین تھا۔ اسی کیفیت میں حضرت صفیہ کے دل میں محبت و وفا کا ایک عجیب عالم ظاہر ہوا، وہ ضبط نہ رکھ سکیں اور نہایت ادب و عقیدت کے ساتھ عرض کی: اے اللہ پاک کے نبی! میری خواہش ہے کہ آپ کا یہ مرض مجھے لگ جائے اور آپ اس تکلیف سے محفوظ رہیں۔

یہ جملہ در اصل ان کے عشقِ بے پایاں، ایثارِ کامل اور حضور کے لیے اپنی ذات کو قربان کر دینے کے جذبے کا مظہر تھا کہ وہ اپنے محبوب کی ہر تکلیف اپنے اوپر لے لینے کو سعادت سمجھتی تھیں۔ اس خالص محبت و ایثار کی کیفیت کو دیکھ کر حضور نے بھی ان کے جذبۂ وفا کی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی قسم! یہ سچ کہتی ہیں۔[7] بلاشبہ حضرت صفیہ کا یہ واقعہ ان کے عشقِ مصطفےٰ کی ایسی روشن مثال بن گیا جس میں محبت، ایثار اور صدقِ وفا کی پوری تصویر جھلک اٹھتی ہے۔

سیدہ صفیہ کی دل جوئی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنی دیگر مقدس بیویوں کی طرح سیدہ صفیہ کی بھی دل جوئی فرمایا کرتے تھے، جس کے کئی واقعات مروی ہیں۔ مثلاً: ایک روز حضور نے حضرت صفیہ کو اشک بار دیکھ کر سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کہہ رہی تھیں کہ ہم دونوں دربارِ رسالت میں تم سے بہت زیادہ معزز ہیں کیونکہ ہم حضور کے ہی خاندان سے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا: تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہو! حالانکہ حضور میرے شوہر، حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں۔[8] اس اندازِ بیان میں جہاں حضرت صفیہ کی عظمت کا اظہار ہے، وہیں حضور کی اپنے اہلِ بیت کے ساتھ شفقت، دل نوازی اور حسنِ معاشرت بھی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اسی طرح ایک سفر کے موقع پر حضرت انس اور حضرت ابو طلحہ حضور کے ہمراہ تھے، جبکہ حضرت صفیہ بھی شریکِ سفر تھیں اور حضور نے انہیں اپنی سواری پر اپنے پیچھے سوار فرمایا ہوا تھا۔[9] راستے بھر حضور کی یہ محبت آمیز رفاقت جلوہ گر رہی، یہاں تک کہ

Go To Index

اسی انداز میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کا اپنی زوجہ کو اپنی سواری پر ساتھ بٹھانا نہ صرف جائز بلکہ سنّتِ نبوی سے ثابت ہے۔[10]

اوصافِ حمیدہ

حضرت صفیہ عبادت، تقویٰ، زُہد، نیکی اور صدقے کے اعتبار سے ان عورتوں میں سے تھیں جو تمام عورتوں کی سردار ہیں۔[11] امام ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں: حضرت صفیہ بہت عقل مند، بردبار اور صاحبِ فضل و کمال خاتون تھیں۔[12] آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا گھر صدقہ کر دیا تھا۔[13] آپ گٹھلیوں پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ چنانچہ خود فرماتی ہیں کہ حضور میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں پڑی تھیں جن پر میں تسبیح پڑھ رہی تھی۔ حضور نے فرمایا: کیا تم نے ان سب کے برابر تسبیح پڑھ لی ہے؟ کیا میں تمہیں اس سے زیادہ (فضیلت والی بات) نہ سکھا دوں جو تم نے اب تک پڑھا ہے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، مجھے ضرور سکھایئے۔ فرمایا: کہو: سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ اللہ پاک کی پاکی ہے اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر۔[14] آپ بہت ہی بہادر خاتون تھیں، چنانچہ جب باغیوں نے حضرت عثمانِ غنی کے گھر کا محاصرہ کیا اور پانی و خوراک بند کر دی تو حضرت صفیہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر انہیں کھانا پانی پہنچاتی تھیں۔[15] آپ کے اخلاق اور عفو و درگزر کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کی ایک باندی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کی جھوٹی شکایت کی تو حقیقت معلوم ہونے پر آپ نے اس باندی کو سزا دینے کے بجائے اللہ پاک کی رضا کے لئے آزاد کر دیا۔[16] آپ نے چار سال حضور کے ساتھ گزارے۔[17]

مروی احادیث

آپ سے مروی احادیث کی کل تعداد 10 ہے جن میں سے ایک بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے اور باقی 9 دیگر کتابوں میں ہیں۔[18] آپ سے روایت کرنے والوں میں امام علی بن حسین یعنی امام زین العابدین جیسی عظیم ہستیاں شامل ہیں۔[19]

وفات اور تدفین

اُمُّ المؤمنین حضرت صفیہ کا وصال مختلف اقوال کے مطابق 39 یا 52 ہجری میں یا ایک قول کے مطابق خلافتِ فاروقی میں ہوا اور حضرت فاروقِ اعظم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔[20] ایک قول کے مطابق آپ کی وفات ماہِ رمضان میں 50 ہجری میں حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 60 سال تھی۔ آپ کو مدینے شریف کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔[21] حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: ایک بار ہمیں مدینے شریف میں کوئی آواز سنائی دی تو حضرت عبدُ اللہ بن عبّاس مجھ سے فرمانے لگے: اے عکرمہ! دیکھو! یہ کیسی آواز ہے؟ فرماتے ہیں: میں گیا تو پتا چلا کہ حضرت صفیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ جب میں واپس آیا تو حضرت عبدُ اللہ کو سجدے میں پایا حالانکہ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا، اس لئے میں نے (تعجّب کے طور پر) کہا: سبحٰن اللہ! آپ سجدہ کرتے ہیں، حالانکہ ابھی سورج نہیں نکلا! حضرت عبدُ اللہ نے ارشاد فرمایا: کیا پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو؟ اس سے بڑی نشانی اور کون سی ہو گی کہ حضور کی مقدس بیویاں دنیا سے تشریف لے گئی ہیں اور ہم ابھی زندہ ہیں![22]

---

(1) مغازی للواقدی، 2/708 (2) معجم کبیر، 11/304، حدیث: 12068 (3) سبل الہدیٰ والرشاد، 11/215 (4) طبقات ابن سعد، 8/100 ملتقطاً (5) طبقات ابن سعد، 8/100 ملتقطاً (6) مسند امام احمد، 44/435، حدیث: 26866 (7) طبقات ابن سعد، 2/239 ملخصاً (8) ترمذی، 5/474، حدیث: 3918 (9) بخاری، 2/335، حدیث: 3085 (10) مراٰۃ المناجیح، 5/489 ملخصاً (11) البدایہ والنہایہ، 5/539 (12) اصابہ، 8/211 (13) طبقات ابن سعد، 8/102 (14) ترمذی، 5/325، حدیث: 3565 (15) طبقات ابن سعد، 8/101 (16) اصابہ، 8/211، 212 ملخصاً (17) آخری نبی کی پیاری سیرت، ص 138 (18) سیرتِ مصطفیٰ، ص 683 (19) شرح زرقانی، 4/436 (20) مدارج النبوت، 2/483 (21) شرح زرقانی علی المواہب، 4/436 ملتقطاً (22) سنن کبریٰ للبیہقی، 3/477، حدیث: 6379

Go To Index

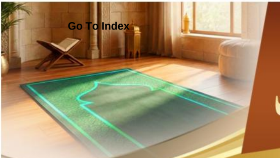

لذتِ عبادت

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ
ملیر کراچی

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی والدۂ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ (بسااوقات) گھر کی مسجد کے محراب میں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی۔[1]

سبحان اللہ! خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے ذوقِ عبادت کی بھی کیا ہی شان ہے! اللہ پاک کی عبادت میں واقعی بہت لذت ہے کہ جسے یہ لذت حاصل ہو جائے اس کے لئے پوری رات اللہ پاک کی عبادت میں گزارنا دشوار نہیں رہتا۔ چنانچہ عبادت میں لذت کیسے ملے؟ اس کے چند طریقے پیشِ خدمت ہیں:

☆نیت خالص رکھیے۔ عبادت سے مقصود اللہ پاک کی رضا ہو، نیت صاف منزل آسان ☆گناہوں سے پرہیز کیجئے بلکہ گناہ کا ارادہ کرنے سے بھی باز رہیے۔ ☆توبہ و استغفار کی عادت اپنائیے۔ ☆اپنے نفس کو عبادت کا عادی بنائیے۔ شروع میں اگر عبادت میں دل نہ لگے تب بھی نیکیاں کرنا مت چھوڑیئے۔ آہستہ آہستہ لذتِ عبادت نصیب ہو جائے گی۔ ☆دنیا و آخرت کے اعتبار سے عبادت کے جو فوائد و ثمرات ہیں، ان کی معلومات حاصل کیجئے۔ ☆بری صحبت کو چھوڑ کر اچھی صحبت اختیار کیجئے، اچھی صحبت نہ ملے تو گوشہ نشین ہو جایئے تاکہ دل ہمیشہ اللہ پاک کے ساتھ لگا رہے۔ ☆معرفتِ الٰہی حاصل کیجئے۔ اللہ پاک کی ذات و صفات، عظمت و شان سے متعلق آیات و احادیث کا مطالعہ کیجئے، اس موضوع پر علمائے اہلِ سنت کے بیانات سنیے۔ ☆دل کی سختی لذتِ عبادت کی راہ میں رکاوٹ ہے، اسے دور کیجئے۔ ذِکْرُ اللہ کے بغیر کلام کی کثرت[2]، فحش گفتگو کرنے[3]، زیادہ ہنسنے[4]، کثرتِ طعام[5] اور کثرتِ گناہ[6] سے دل سخت ہوتا ہے جبکہ موت کو کثرت سے یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے۔[7] ☆بھوک سے کم کھائیے۔ امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بھوکا رہنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ دل میں نرمی پیدا ہوتی اور صفائی حاصل ہوتی ہے اور ان دو باتوں کے سبب دل میں مناجات کی لذت پانے اور ذکر کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔[8] البتہ! سیر ہو کر کھانا اس لئے کہ نوافل کثرت سے پڑھ سکے گا اور پڑھنے پڑھانے میں کمزوری پیدا نہ ہو گی تو حرج نہیں۔[9] لیکن کھانے پینے کی غیر صحت بخش روٹین سے بہر حال بچیے۔ ☆دل کو دنیا کی محبت سے خالی کر کے فکرِ آخرت اپنائیے۔ ☆بلاوجہ کی ٹینشن پالنے اور فضولیات میں خود کو تھکانے سے بچیے، ذہنی و جسمانی طور پر اپنے آپ کو فریش رکھئے تاکہ عبادت میں دل لگے۔

☆غفلت، سستی اور آرام پسندی کی عادت سے پیچھا چھڑائیے۔ ☆شیطانی وسوسوں کی رکاوٹ سے بچنے کے لئے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم، سورۂ فلق و سورۂ ناس پڑھیے۔ ☆رب کی بارگاہ میں دعا کیجئے۔ حدیثِ مبارک میں مذکور یہ دعا مانگئے: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔[10]

اللہ پاک ہمیں زیادہ سے زیادہ اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے اور لذتِ عبادت بھی نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مدارج النبوت، 2/461 2 ترمذی، 4/184، حدیث: 2419 ماخوذاً 3 ترمذی، 3/406، حدیث: 2016 ماخوذاً 4 ابنِ ماجہ، 4/465، حدیث: 4193 ماخوذاً 5 حلیۃ الاولیاء، 8/392، رقم: 12637 ماخوذاً 6 ابنِ ماجہ، 4/88، حدیث: 4244 ماخوذاً 7 شعب الایمان، 2/353، حدیث: 2014 ملخصاً 8 احیاء علوم الدین، 3/105 9 بہار شریعت، 3/374، حصہ: 16 10 ابوداود، 2/123، حدیث: 1522

Go To Index

شرحِ قصیدۂ معراجیہ

(قسط 14)

محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

57

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **موجیں:** لہریں۔ **بھنور:** پانی کا چکر۔ ضعفِ تشنگی۔ پیاس کی کمزوری۔ **حلقے:** دائرے۔

مفہومِ شعر: سوکھی زبانیں دکھا کے خود لہریں تڑپ رہی تھیں کہ انہیں پانی پلایا جائے اور بھنور کو بھی پیاس کی وجہ سے اتنی کمزوری ہوگئی تھی کہ آنکھوں کے گرد حلقے پڑ چکے تھے۔

شرح: قصیدۂ معراجیہ میں اعلیٰ حضرت کے تخیل پہ قربان! آپ فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دیدار کی طلب میں دریائے وحدت کی موجیں بھی اپنی سوکھی زبان دکھا کر تڑپ رہی تھیں اور چاہتی تھیں کہ انہیں وصل کے پانی سے سیر اب کیا جائے، جبکہ بھنور کو بھی پیاس کی وجہ سے اتنی کمزوری ہوگئی تھی کہ گویا آنکھوں کے گرد حلقے پڑ چکے تھے۔ ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسانی عقل بے بسی کا شکار تھی کہ اس کی سوچ کی لہریں خود پیاسی تھیں اور بھنور جو خود انتہائی طاقتور ہوتا ہے اور ڈبو دیتا ہے وہ شدتِ پیاس سے اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ گویا اس کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔

یہ کلام شاعری کا ایک شاہکار ہے جس کی مثل بہت مشکل ہے کہ خود موجوں کا پیاسا ہونا یا بھنور کا پیاسا ہونا یہ کسی چیز کی طلب یا شدت کو بیان کرنے کا ایک انداز ہے۔

58

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **باطن:** چھپا ہوا۔ **ظاہر:** واضح۔

مفہومِ شعر: اللہ پاک ہی اول و آخر ہے اور وہی باطن و ظاہر بھی ہے۔ چونکہ حضور اللہ پاک کا جلوۂ خاص ہیں تو یوں کہنا بہتر ہو گا کہ شبِ معراج اسی کا جلوہ اسی سے ملنے اس کی طرف گیا تھا۔

شرح: حضور اللہ پاک کے جلوۂ خاص اور اس کا مظہرِ اتم ہیں، لہٰذا اللہ پاک کی بہت ساری صفات ایسی ہیں جو آپ کو بھی عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اول و آخر اور ظاہر و باطن) یہ چاروں صفات اللہ پاک کی ہیں اور اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بھی یہ صفات عطا فرمائی ہیں۔ آپ تمام مخلوق میں سب سے اول ہیں، بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر، ظاہر اس طرح کہ آپ کا نور ہر چیز سے عیاں ہے، نیز اپنے معجزات و کمالات کے لحاظ سے ظاہر و باہر ہیں اور اپنی حقیقت کے لحاظ سے باطن ہیں۔[1] اور یہ بات ایک حدیث پاک میں بھی مروی ہے، چنانچہ ایک مرتبہ فرشتوں کے سردار حضرت جبریلِ امین علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور یوں سلام کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ظَاهِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَاطِنُ اے نبی ظاہِر! آپ پر سلام ہو، اے نبی باطِن! آپ پر سلام ہو۔ اس پر پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! یہ صفات تو اللہ پاک کی ہیں، اسی کو لائق ہیں، میری یہ صفات کیسے ہو سکتی ہیں؟ حضرت جبریلِ امین نے عرض کی: اللہ پاک نے آپ کو ان صفات سے فضیلت دی، آپ کو سارے نبیوں اور رسولوں پر خصوصیت بخشی، اپنے نام اور صفت سے آپ کا نام اور وصف نکالا ہے۔ (اے پیارے محبوب!) اللہ پاک نے آپ کا نام اوّل رکھا، کیونکہ آپ پیدائش کے اعتبار سے سب انبیائے کرام سے اوّل

Go To Index

یعنی پہلے ہیں (کہ سب سے پہلے آپ کا نور مبارک پیدا کیا گیا) اللہ پاک نے آپ کا نام آخر بھی رکھا کیونکہ آپ سب انبیائے کرام کے زمانے سے آخر میں تشریف لانے والے اور آخری امت کے آخری نبی ہیں۔ اسی طرح اللہ پاک نے آپ کا نام باطن رکھا، کیونکہ اللہ پاک نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام سرخ نور سے عرش کے پائے پر آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے 2 ہزار سال پہلے ہمیشہ کے لئے لکھ دیا۔ اسی طرح اللہ پاک نے آپ کا نام ظاہر بھی رکھا کیونکہ اس نے آپ کو تمام دینوں پر غلبہ عطا فرمایا اور آپ کی شریعت و فضیلت کو تمام آسمان و زمین والوں پر ظاہر فرما دیا۔[2]

59

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **پھیر:** چکر۔ **محیط:** دائرہ۔

مفہوم شعر: اے کمانِ امکان کے جھوٹے نقطو! تم ابھی تک اول آخر کے چکر میں پھنسے ہوئے ہو، ذرا دائرے کی چال سے تو پوچھو کہ کہاں سے شروع ہوا اور کہاں ختم ہوا!

شرح: واقعۂ معراج کو اعلیٰ حضرت نے مختلف زاویوں سے سمجھایا ہے، اب ایک انتہائی مشکل علم **جیومیٹری** کے ذریعے واقعۂ معراج کو ثابت کر رہے ہیں، جو آپ کی غیر معمولی ذہانت و فطانت کی علامت ہے، جب دائرہ بنایا جاتا ہے تو بننے کے بعد یہ پتا نہیں چلتا کہ یہ دائرہ کہاں سے شروع ہوا اور کہاں ختم، نیز یہ سیدھی طرف سے کھینچا گیا ہے یا الٹی طرف سے! تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اے کمانِ امکان (یہاں کمانِ امکاں سے مراد دائرہ ہے۔[3]) کے جھوٹے نقطو! تم ابھی تک اول و آخر کے چکر میں پڑے ہوئے ہو تمہیں یہی نہیں پتا کہ نقطۂ اول کون ہے اور آخر کون؟ ذرا دائرے کی چال سے ہی پوچھ لو کہ حضور کدھر سے آئے اور کدھر گئے تھے! یعنی سفرِ معراج بھی اسی دائرے کی طرح تھا کہ کوئی یہ جان نہ سکا کہ یہ سفر کہاں سے شروع ہوا اور کیسے ختم ہوا!

60

اِدھر سے تھیں نذر شہ نمازیں اُدھر سے انعام خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **خسروی:** بادشاہی۔ **گندھ کر:** پرو کر۔ **گلوئے پرنور:** پرنور گلا۔

مفہوم شعر: اِدھر (یعنی حضور کی جانب سے) بارگاہِ الٰہی میں نماز، عبادات اور حمد و تسبیحات کے نذرانے پیش کیے جا رہے تھے اور اُدھر (یعنی بارگاہِ الٰہی سے) درود و سلام کے ہار رحمت کی لڑیوں میں پرو کر حضور کے نورانی گلے میں پہنائے جا رہے تھے۔

شرح: یہ شعر اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب حضور نے عرض کیا: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوٰتُ وَ الطَّیِّبَاتُ (یعنی میری تمام مالی اور بدنی عبادتیں تیرے لیے بطور تحفہ حاضر ہیں تو) ارشاد ہوا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ (یعنی اے نبی! ہر قسم کی سلامتی اور رحمت و برکت اپنے پروردگار کی جانب سے بطور تحفہ قبول کریں۔) جب حضور نے بابِ رحمت کھلا دیکھا تو اپنی گنہگار اُمّت یاد آگئی اور اللہ پاک کے حضور عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ (یعنی اے اللہ! تیری تمام سلامتیاں اور رحمتیں ہم سب پر اور تمام نیک بندوں پر ہوں۔) ان دونوں قسموں کے کلاموں کو نمازی ادا کر کے اللہ کی توحید حضور کی رسالت کی گواہی دیتا ہے۔[4] دنیا کا دستور ہے کہ جب کوئی اپنے محبوب سے ملنے جاتا ہے تو تحفے تحائف کا سلسلہ ہوتا ہے، قربان جائیے اس ملاقات پر کہ جہاں اتنے پیارے تحائف سے نوازا جا رہا ہے، معراج کی رات حضور کو اللہ پاک کی بارگاہ سے آپ کی امت کے لیے نماز کا تحفہ بھی عطا ہوا۔ چونکہ یہ تحفہ اللہ پاک کی طرف سے عطا کردہ تھا، اسی لیے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔[5]

---

(1) مدارج النبوت، 1/2 ملخصاً (2) شرح الشفا، 1/515 ملخصاً (3) شرح حدائق بخشش، 10/407 (4) مراۃ المناجیح، 2/88 (5) نسائی، ص644، حدیث: 3946 ملخصاً

Go To Index

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 42)

حکیمُ الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کفارِ عرب اپنے ہر کام کو اپنے باطل معبودوں کے نام سے شروع کرتے تھے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ مسلمان اپنے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرے تاکہ کفار کی مخالفت ظاہر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا ہر کام غیر مسلموں کے خلاف ہونا چاہیے، ان سے محبت و مشابہت بہت بری چیز ہے۔[1] چنانچہ ہمیں کفار کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے ہر کام کا آغاز اللہ پاک کے نام سے یعنی بسم اللہ پڑھ کر کرنا چاہئے جیسا کہ قراٰنِ پاک کی شروعات بسم اللہ شریف سے ہوئی، جس کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ پاک کے بندے اس کی پیروی کرتے ہوئے ہر اچھے کام کی شروعات بسم اللہ شریف سے کریں۔[2]

حدیثِ مبارک میں بھی اچھے اور اہم کام کی شروعات بسم اللہ شریف سے کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ جو بھی اہم کام بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ شروع نہیں کیا جاتا وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔[3]

امام فخرُ الدین رازی لکھتے ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم کے 19 حروف ہیں اور دوزخ پر عذاب دینے والے فرشتے بھی اُنیس، پس امید ہے کہ اس کے ایک ایک حرف کی برکت سے ایک ایک فرشتے کا عذاب دور ہو جائے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ دن رات میں 24 گھنٹے ہیں جن میں سے پانچ گھنٹے پانچ نمازوں نے گھیر لئے اور 19 گھنٹوں کے لیے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اُنیس حروف عطا فرمائے گئے۔ پس جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ورد کرتا رہے ان شاء اللہ اس کا ہر گھنٹہ عبادت میں شمار ہوگا اور ہر گھنٹے کے گناہ معاف ہوں گے۔[4]

اسی مبارک تعلیم کو عام کرنے اور خصوصاً اسلامی بہنوں کو اپنی روزمرہ زندگی میں ہر جائز کام اللہ پاک کے نام سے شروع کرنے کی عادی بنانے کے لیے امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ نے اسلامی بہنوں کی اصلاح و تربیت کے لیے 63 نیک اعمال کا جو رسالہ عطا فرمایا، اس میں نیک عمل نمبر 42 کچھ یوں ہے: **کیا آج آپ نے ہر جائز و عزت والے کام سے پہلے بسم اللہ پڑھی؟ (کم از کم تین بار پڑھنے والی کا عمل مان لیا جائے گا۔)**

اس رسالے کا اگرچہ ہر ہر نیک عمل اعمالِ صالحہ کی طرف راغب کرنے اور آخرت کی تیاری کا ذہن دیتا ہے، مگر یہ نیک عمل نمبر 42 ہمیں ہر جائز اور نیک کام سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے کی عادت بنانے کے لئے دیا گیا ہے تاکہ ہمارے تمام معاملات رحمت، برکت اور حفاظتِ الٰہی کے سائے میں رہیں۔

اگرچہ ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا ایک چھوٹا سا عمل معلوم ہوتا ہے مگر یہ چھوٹا سا محسوس ہونے والا عمل انسان کی پوری زندگی کو عبادت بنا دیتا ہے۔ اس کی برکت سے ہر کام سے پہلے اللہ پاک کی حفاظت، رحمت اور برکت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ بسم اللہ شریف میں دو عظیم صفات ہیں: رَحمٰن یعنی بہت مہربان اور رَحیم یعنی رحمت والا۔ یعنی بندہ ہر کام اللہ پاک کی رحمت کے سائے میں کرتا ہے۔ جب ہم کوئی

بھی کام بسم اللہ شریف سے شروع کرتی ہیں تو گویا ہم اپنا کام اللہ پاک کے حوالے کر دیتی ہیں اور ہمارے اس کام میں اللہ پاک کی مدد شاملِ حال ہو جاتی ہے، دل سے خوف و گھبراہٹ کم ہو جاتی ہے، شیطان دور ہو جاتا ہے اور نقصان نہیں پہنچاتا نیز کام خیر و برکت سے شروع ہو کر بہتر انجام تک پہنچتا ہے۔

بچوں کو بھی بسم اللہ شریف پڑھنے کی عادت ڈالئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے قریب سے گزرے تو عذاب ہو رہا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ اس قبر میں نور ہی نور ہے اور وہاں رحمتِ الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔ آپ علیہ السلام بہت حیران ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ مجھے اس کا بھید بتایا جائے۔ ارشاد ہوا: اے عیسیٰ! یہ شخص سخت گناہ گار ہونے کے سبب عذاب میں گرفتار تھا، لیکن بوقتِ انتقال اس کی بیوی اُمّید سے تھی، اس کے لڑکا پیدا ہوا اور آج اس کو مکتب بھیجا گیا، استاد نے اس کو بسم اللہ پڑھائی، مجھے حیا آئی کہ میں اس شخص کو زمین کے اندر عذاب دوں جس کا بچہ زمین کے اوپر میرا نام لے رہا ہے۔[5]

بسم اللہ شریف کی برکتیں حاصل کرنے کا اہم طریقہ یہ ہے کہ ہم اس نیک عمل کی عادی بن جائیں اور اپنا ہر نیک و جائز کام بسم اللہ شریف سے شروع کریں تاکہ اس کے فوائد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ حضور جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ نے جنت کی سیر کے دوران چار نہریں دیکھیں: پانی، دودھ، شراب (طہور) اور شہد کی۔

حضرت جبریلِ امین سے پوچھا کہ یہ نہریں کہاں سے آرہی اور جارہی ہیں؟ انہوں نے نہروں کے آنے سے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا تو دوسرا فرشتہ بولا: میں ان چاروں کا سرچشمہ دکھاتا ہوں۔ وہ آپ کو ایسے مقام پر لایا جہاں ایک درخت تھا جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی، دروازے پر تالا لٹک رہا تھا اور چاروں نہریں اس کے نیچے بہہ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: دروازہ کھولو! تو فرشتے نے عرض کی: اس کی چابی تو آپ کے پاس ہے یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آپ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر تالے کو چھوا تو دروازہ کھل گیا۔

آپ نے دیکھا کہ اس عمارت میں چار ستون ہیں، ہر ستون پر بسم اللہ شریف لکھی ہوئی ہے اور بسم اللہ کے (میم) سے پانی جاری ہے، اللہ کے (ہ) سے دودھ جاری ہے، رحمان کی (میم) سے شراب (طہور) اور رحیم کی (میم) سے شہد۔ اندر سے آواز آئی: اے محبوب! آپ کی امت میں سے جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے، وہ ان چاروں کا مستحق ہوگا۔[6]

ہم سب ان انعاماتِ ربانی کی حق دار ہو سکتی ہیں اگر اپنے مرشدِ کامل کے عطا کردہ اس نیک عمل کے مطابق اپنے ہر نیک اور جائز کام کی شروعات بسم اللہ شریف سے کریں، بلاشبہ بسم اللہ شریف بیماری میں شفا یابی عطا فرماتی ہے، عذاب سے نجات دلاتی، جان و ایمان کی حفاظت کرتی اور دعاؤں کو رد ہونے سے بچاتی ہے۔ بسم اللہ شریف ہمیں بار بار یاد دلاتی ہے کہ ہمارا وجود اللہ پاک کا مرہونِ منّت ہے اور ہمارا ہر عمل اللہ پاک کی مشیت و ارادے کا پابند ہے۔ بسم اللہ شریف آئینۂ رحمت بھی ہے اور شفقت بھی۔ الغرض! بسم اللہ شریف ہمارا تخت و تاج ہے، اسی میں پوشیدہ ہمارا کل اور آج ہے اور ہر صاحبِ ایمان اس کا محتاج ہے۔

گر تو چاہے امن و امان | تسمیہ کو بنالے حرزِ جاں

اللہ پاک ہمیں ہر جائز اور نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے والے اس نیک عمل پر استقامت عطا فرمائے اور اس کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

1 تفسیر نعیمی، 1/29 ملتقطاً
2 حاشیہ صاوی، 1/15 ملخصاً
3 جامع صغیر، ص391، حدیث:6284- فیضان سنت (جلد اول)، ص1
4 تفسیر کبیر، 1/156- فیضان سنت (جلد اول)، ص55
5 تفسیر کبیر، 1/155 ملخصاً- فیضان سنت (جلد اول)، ص55
6 تفسیر روح البیان، 1/9 ملخصاً- تفسیر نعیمی، 1/35

Go To Index

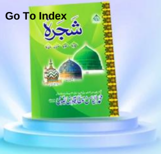

شرحِ شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط 9)

محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ کراچی

9

اَحْسَنَ اللہُ لَھُمْ رِزْقاً سے دے رزقِ حسن

بندۂ رزّاق تاجُ الاصفیاء کے واسطے

مشکل الفاظ کے معانی: **رزقِ حسن:** اچھا رزق۔ **رزاق:** رزق دینے والا۔ تاج الاصفیاء: ستھروں کے سردار۔

مفہومِ شعر: اے اللہ! شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے شیخ عبد الرزاق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے مجھے پاکیزہ بابرکت اور حلال رزق عطا فرما۔

شرح: اس شعر میں جو تین الفاظ ذکر کیے گئے ہیں؛ رزقًا، رزق اور رزاق ان تینوں لفظوں میں لفظی اور معنوی دونوں مناسبت پائی جاتی ہے۔ لفظی اعتبار سے ر، ز، ق کی ہم آہنگی ہے اور معنوی اعتبار سے رزق یعنی روزی کا معنی پایا جاتا ہے۔ یہاں اللہ پاک کی صفتِ رزاق (یعنی بہت زیادہ رزق دینے والا) بیان کی گئی ہے اور اللہ پاک کے نیک بندے کے وسیلے سے اچھے رزق کی دعا مانگی گئی ہے۔ یعنی ایسا رزق جو حلال، پاکیزہ اور بابرکت ہو۔

اس شعر میں سلسلۂ عالیہ، قادریہ، رضویہ کے 18 ویں شیخِ طریقت یعنی حضرت عبد الرزاق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے حلال، پاکیزہ اور بابرکت رزق کی دعا کی گئی ہے۔ ان کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

شیخ تاج الدین عبد الرزاق آپ سلسلۂ قادریہ کے ایک ممتاز صوفی بزرگ ہیں۔ آپ کی ولادت 18 ذو القعدہ 528ھ بروز اتوار بغداد شریف میں ہوئی۔ آپ کا نام عبد الرزاق کنیت ابو الفرح، عبدُ الرحمن اور لقب تاجُ الدین ہے۔ آپ کے والدِ محترم حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ آپ کی سیرت، اخلاق اور علم و فضل حضور غوثِ پاک کی تعلیمات کا عکسِ جمیل ہے۔ آپ کے والدِ محترم غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ آپ وقت کے مفتی اور امام بھی تھے، صبر و شکر، اخلاقِ حسنہ اور زہد و تقوی میں مشہور تھے۔ دنیاوی جاہ و جلال سے آپ نے دوری اختیار کی ہوئی تھی۔ آپ کم گو تھے اور ضرورت کے علاوہ گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی شرم و حیا اور خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ تین سال تک آسمان کی طرف نگاہ نہیں اٹھائی۔[1]

آپ کی ذاتِ بابرکات جامع الکمالات تھی۔ آپ کی ذات سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا آپ کی صحبت بابرکت سے فیض پا کر بہت سے لوگ عالم و فاضل، عارفِ کامل اور بڑے بڑے مراتب تک پہنچے۔ آپ کی وفات چھ شوال 623ھ میں ہوئی۔ آپ کے جنازے کا جس وقت اعلان ہوا تو ہر طرف لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور اتنی بڑی تعداد اکٹھی ہو گئی تھی کہ آپ کے جنازے کے لیے پورے شہر میں جگہ کم پڑ گئی یہاں تک کہ سات مقامات پر باری باری نمازِ جنازہ کے بعد آپ کی تدفین کی گئی۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ مزارِ مبارک بغداد شریف میں ہے۔[2]

یہ شعر ایک جامع دعا بھی ہے اور وظیفہ بھی۔ اسے یقینِ کامل کے ساتھ پڑھا جائے تو ان شاء اللہ الکریم رزق میں برکت اور کشادگی حاصل ہوگی۔ رزق میں برکت کے لیے تقویٰ، پرہیزگاری اور اللہ پاک پر بھروسا بہت ضروری ہے۔ اللہ پاک ان عظیم ہستیوں کے صدقے ہمیں حلال، آسان، بابرکت اور کشادہ رزق عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم

---

1 تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص258، 259 ملتقطاً

2 تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص259 تا 261 ملتقطاً

مدنی مذاکرہ

صفائی ستھرائی شریعت کو مطلوب ہے

سوال: لوگوں کی اپنی اپنی طبیعتیں اور الگ الگ مزاج ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں لوگوں کی ایک تعداد ہے جو صفائی پسند نہیں ہے اور بہت سے لوگ نہ تو اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھتے ہیں اور نہ انہیں اپنے لباس کا خیال ہوتا ہے۔ اگر کچرا پھینکنے کے حوالے سے دیکھا جائے تو اپنے گھر کا کچرا دوسروں کے گھر کے سامنے پھینک کر چلے جاتے ہیں، آپ صفائی کے حوالے سے راہ نمائی فرمادیجئے تاکہ ہماری اصلاح ہوجائے۔

جواب: صفائی ستھرائی شریعت کو مطلوب ہے اور یہ سنت بھی ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نفاست پسند تھے اور آپ نے صفائی کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: پاکیزگی یعنی صفائی آدھا ایمان ہے۔[1] ایک اور مقام پر پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بے شک اسلام صاف ستھرا دین ہے۔[2] ایک روایت میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ پاک نے اسلام کی بنیاد صفائی پر رکھی ہے۔[3] یوں ہی ایک حدیثِ پاک میں ہے: جو لباس تم پہنتے ہو اسے صاف ستھرا رکھو اور اپنی سواریوں کی دیکھ بھال کیا کرو اور تمہاری ظاہری شکل و صورت ایسی صاف ستھری ہو کہ جب لوگوں میں جاؤ تو وہ تمہاری عزت کریں۔[4] بہر حال صفائی کی اپنی اہمیت ہے لہٰذا اپنا گھربار، اپنا تن بدن اور اپنے کپڑے صاف رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے گلی محلے کو بھی صاف رکھیں۔

گھر کی صفائی کے ساتھ ساتھ گلی محلے کو بھی صاف ستھرا رکھیں

آج کل اپنے بدن، کپڑے اور گھر کی صفائی رکھنے والے بہت سے مل جائیں گے مگر وہ اپنی گلی کی صفائی نہیں رکھتے اور اسے گندا کر دیتے ہیں۔ اپنے گھر کا کچرا شاپر میں ڈالتے ہیں اور پھر اسے چلتے چلتے کہیں راستے میں یا کسی کے گھر کے آگے رکھ دیتے ہیں اور پھر ہوتا یہ ہے کہ ایک نے کچرا رکھا، دوسرے نے رکھا اور وہیں تیسرے نے بھی رکھا تو یوں بعض اوقات گلیوں میں غیر قانونی کچرا کنڈیاں بن جاتی ہیں۔ دیکھیے! جس کے گھر کے آگے کچرا کنڈی ہوگی اس بے چارے کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی! جب عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کی تعمیر ہوئی تو غالباً ابھی پوری تعمیر نہیں ہوئی تھی کہ فیضانِ مدینہ کے بابِ فاطمہ جسے اب سیکورٹی کی وجہ سے دیوار لگا کر بند کر دیا گیا ہے وہاں بہت بڑی کچرا کنڈی بن گئی تھی، پھر اسلامی بھائیوں نے بھاگ دوڑ کر کے اور کچھ سورس لگا کر کچرا کنڈی ختم کروائی، اب الحمدللہ کچرا کنڈی نہیں ہے۔ بعض اوقات معینہ کچرا کنڈیاں دور ہوتی ہیں تو سُستی کی وجہ سے لوگ ادھر ادھر کچرا ڈال دیتے ہیں لہٰذا انہیں تھوڑی تکلیف کر کے کچرا کنڈی میں ہی کچرا ڈالنا چاہیے۔ انتظامیہ کو بھی چاہیے کہ وہ کچرا کنڈی صاف کر دیں لیکن مشکل یہ ہوتی ہے کہ کچرا مقررہ وقت پر اٹھتا نہیں ہے اور پھر وہ کچرا کنڈی سے باہر آنے لگتا ہے جس کی وجہ سے اس میں بدبو اور جراثیم پیدا ہونے لگتے ہیں اور طرح طرح کی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ گلیوں کو بھی صاف رکھنا چاہیے اور ان میں کچرا اور پان کی تھوک جسے لوگ پیک بولتے ہیں ہرگز نہ ڈالی جائے مگر گلیوں اور روڈوں پر پھلوں کے چھلکے اور ان کے علاوہ بہت کچھ پھینکا جاتا ہے جس کے سبب صفائی کا نظام متاثر ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے یہاں اِدھر اُدھر کچرا نہ پھینکنے کے قانون بھی

Go To Index

بنے ہوئے ہیں، گلیوں میں پان کی پیک تھوکنا بھی منع ہے، اللہ پاک کرے کہ ان پر عمل ہو جائے۔[5]

مردہ جانوروں کو گلی میں پھینک دینے سے گندگی پھیلتی ہے

سوال: کیا مرے ہوئے جانوروں کو گلیوں میں پھینک سکتے ہیں؟

جواب: ہمارے یہاں چوہا مارا یا بلی یا بکری مر گئی تو انہیں بھی گلی میں ڈال دیا جاتا ہے جو سڑ اور پھول رہے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل رہی ہوتی ہیں۔ ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رہتا تھا، ایک بار ایسا ہوا کہ ان کا پالتو بلّا مر گیا تو انہوں نے فرمایا: صحن میں گڑھا کھودو اور بلے کو اس میں دفن کر دو کیونکہ اگر ہم اسے باہر پھینکیں گے تو اس سے لوگوں کو تکلیف ہو گی۔[6]

اسی طرح ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں بہت سے چوہے ہو گئے، انہیں کسی نے مشورہ دیا کہ بلی پال لو۔ ان بزرگ نے فرمایا: چوہے بھاگیں گے تو کسی دوسرے کے گھر جائیں گے، میں کسی کو کیوں تکلیف دوں۔[7] پہلے کے لوگ ایسے ہوتے تھے جبکہ آج کل ہر کوئی گویا اپنی بلا دوسرے کے سر پر ڈالنے کی تگ و دو میں لگا ہوا ہے۔ اللہ پاک کرے ہمارا ظاہر، باطن، لباس، جسم، روح، گھر بار، گلی محلہ، شہر اور ملک سب صاف ستھرا ہو جائے۔[8]

”صفائی نصف ایمان ہے“ کی وضاحت

سوال: عام طور پر جب صفائی نصف ایمان کی بات ہوتی ہے تو خوبصورتی اور بعض صفائیاں دکھائی جاتی ہیں تو کیا صرف اسی صفائی کی اسلام میں اہمیت ہے یا کچھ اور بھی صفائی کا مفہوم ہے؟

جواب: حدیثِ پاک میں ہے: اَلطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ یعنی پاکی نصف ایمان ہے۔[9] اور ایک ہے نظافت جس کے بارے میں کہا گیا: اَلنَّظَافَةُ مِنَ الْاِيْمَانِ یعنی نظافت ایمان سے ہے۔ نظافت اور طہور دونوں میں کچھ فرق ہے۔ صفائی ستھرائی کو نظافت اور پاک ہونے کو طہور کہا جاتا ہے۔ نظافت اور طہور کے فرق کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر میلے کپڑوں میں نماز پڑھی تو ہو جائے گی اور اگر کپڑے ناپاک ہیں اگرچہ ناپاکی نظر نہیں آ رہی مگر ان میں اتنی زیادہ نجاست لگی ہوئی ہے کہ جو نماز کے لیے رکاوٹ ہے تو ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہو گی ہی نہیں۔ ایسی صفائی جس میں ناپاکی نہ ہو اور نہ ہی میل کچیل تو یہ تنظیف ہے اور یہ سنت بھی ہے۔ اگر کوئی چیز ناپاک ہے تو وہ صاف نہیں کہلائے گی اور اگر وہ ناپاک نہیں ہے اور اس پر میل کچیل لگی ہوئی ہے تب بھی اسے صاف نہیں کہا جائے گا۔ البتہ! اگر اس پر میل کچیل تو ہے مگر وہ ناپاک نہیں ہے تو وہ پاک ہے۔[10]

رات میں جھاڑو دینا تنگدستی کا سبب ہے مگر گناہ نہیں

سوال: رات میں جھاڑو دینا تنگدستی کے اسباب میں شمار کیا گیا ہے اور صفائی کو نصف ایمان فرمایا گیا ہے، اگر دن میں کسی وجہ سے صفائی نہ کی گئی ہو جیسے گھر والے شادی یا کسی تقریب میں گئے ہوئے ہوں تو کیا وہ رات میں گھر کی صفائی کرنے کے لیے جھاڑو نہ دیں؟

جواب: اگرچہ بعض بزرگوں نے رات میں جھاڑو دینے (اور کپڑے سے جھاڑو دینے) کو تنگدستی کے اسباب میں شمار کیا ہے۔[11] مگر اسے ناجائز کسی نے بھی نہیں کہا کہ رات میں جھاڑو دینا گناہ قرار پائے لہٰذا رات میں جھاڑو دینا شرعاً جائز ہے۔[12]

گھر کی صفائی کرنے کی دو نیتیں

سوال: اسلامی بہن گھر کی صفائی میں کیا کیا اچھی نیتیں کر سکتی ہے؟

جواب: یہ دو نیتیں کی جا سکتی ہیں: (1) صفائی کی سنت پر عمل کروں گی (2) گھر کے افراد کی خوشی کا باعث بنوں گی۔[13]

---

(1) ترمذی، 5/308، حدیث: 3530 (2) معجم اوسط، 3/382، حدیث: 4893 (3) کنز العمال، جز: 5، 9/123، حدیث: 25997 (4) مستدرک، 5/258، حدیث: 7449 (5) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 3/497 تا 499 (6) حلیۃ الاولیاء، 4/148، رقم: 5071 (7) احیاء العلوم، 2/267 (8) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 3/502 (9) ترمذی، 5/308، حدیث: 3530 (10) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/252 (11) تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص 124 (12) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 2/41 (13) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 3/331

Go To Index

بیٹیوں کو صفائی ستھرائی کی تربیت دیں

اُمِّ میلاد عطاریہ*
* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی)

دینِ اسلام نے جہاں انسان کو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کر کے عزّت و بلندی عطا کی وہیں ظاہر و باطن کی پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعے انسانیت کا وقار بلند کیا، بدن کی پاکیزگی ہو یا لباس کی سُتھرائی، ظاہری شکل و صورت کی خوبی ہو یا طور طریقے کی اچھائی، مکان اور ساز و سامان کی صفائی ہو یا سُواری کی دیکھ بھال الغرض ہر چیز کو صاف ستھرا رکھنے کی دینِ اسلام میں تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔

رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنے صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان کو ہمیشہ صفائی ستھرائی کا حکم دیتے اور اس کی تاکید فرماتے تھے، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے۔(ترمذی،4/365، حدیث:2808) ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے بدن، استعمال کی چیزیں، اپنے گھر اور اس کے اطراف وغیرہ ہر ہر چیز کی پاکی اور صفائی ستھرائی کا ہر وقت دھیان رکھے۔

انسان کی اپنی ذات اور اس کے گرد و پیش کی صفائی ستھرائی، جسمانی و ذہنی تندرستی کی ضامن ہے۔ جب جسم توانا اور فکر صحت مند ہو، تو انسان دین اور دنیا کے تمام امور بہترین طریقے سے سرانجام دے سکتا ہے۔ پاکیزگی نہ صرف عبادت میں حلاوت اور خشوع و خضوع پیدا کرتی ہے، بلکہ ظاہر کی صفائی انسان کے باطن کو بھی جلا بخشتی ہے، کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جس نے اپنے باطن کی اصلاح کر لی تو اللہ پاک اس کے ظاہر کو درست کر دے گا۔(جامع صغیر، ص508، حدیث:8339)

صفائی ستھرائی کو زندگی کا حصّہ بنانے کے لیے والدین (بالخصوص والدہ) کا بہت اہم کردار ہے، کیونکہ بچے اپنے والدین سے ہی سیکھتے ہیں جیسا ان کو کرتا دیکھتے ہیں ویسا ہی خود بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ماں میں صفائی ستھرائی کی عادت ہوگی، وہ ہر چیز اپنی جگہ سے سلیقے کے ساتھ اٹھاتی اور رکھتی ہوگی، کچن کو صاف رکھتی ہوگی، گھر میں چیزیں بکھری ہوئی نہیں ہوں گی تو بیٹی دیکھ کر خود بخود سیکھنا شروع کر دے گی کیونکہ مشاہدہ ہے کہ سننے کے مقابلے میں دیکھی جانے والی چیز کو دماغ جلدی قبول کر لیتا ہے۔ بیٹی کے مزاج میں صفائی ستھرائی پیدا کروانے کے لیے ماں کا کردار بہت اہم ہے۔ عمر کے لحاظ سے بتدریج بچیوں کو صفائی ستھرائی اور سلیقہ مندی کی پریکٹس کروائیں اور انہیں اس کا عادی بنائیں کہ وہ اپنے جسم، بال، کپڑوں، کمرے وغیرہ کو صاف ستھرا رکھنے کی عادی بن جائیں۔ اپنی روٹین اس طرح بھی بنائی جا سکتی ہے کہ گھر کے ہر کام کے لیے ٹائم ٹیبل بنالیں کہ کون سا کام کس دن کرنا ہے مثلاً:

- فرنیچر کی صفائی اور ڈسٹنگ کو اپنا روزانہ کا معمول بنائیں۔

Go To Index

اگرچہ روزانہ ڈیپ کلیننگ (Deep Cleaning) ممکن نہ ہو، پھر بھی ہلکی پھلکی صفائی کی عادت ضرور ڈالیں۔ کام کو آسان بنانے کے لیے ایک جدول (Schedule) بنالیں، مثلاً یہ طے کرلیں کہ کس دن کس کمرے کی چھتیں صاف کرنی ہیں اور دیواروں کی صفائی کتنے عرصے بعد کرنی ہے۔ اس طرح صفائی کا نظام بھی بہتر رہے گا اور آپ پر بوجھ بھی نہیں پڑے گا۔

❁ کپڑے کس دن دھونے ہیں، اس دوران بیٹی کو پاس بیٹھا کر کپڑے دھونے کا طریقہ بھی سکھائیں کہ کون سا کپڑا کس طرح سے صاف ہوگا، ناپاک کپڑے کیسے پاک کرنے ہیں (اس کے مسائل جاننے کے لیے مکتبۃ المدینہ کا شائع کردہ رسالہ **"کپڑے پاک کرنے کا طریقہ"** کا مطالعہ مفید ہوگا) کپڑے کتنی دیر تک دھوپ میں خشک کرنے ہیں، کچھ نمی رہ جائے تو صاف کپڑوں میں سے بھی بو آنے لگتی ہے اور ضرورت سے زیادہ دھوپ لگ جائے تو کپڑا خراب ہوتا ہے، الگنی (Clothesline) پر کئی کئی دن تک دھلے کپڑے نہ پڑے رہیں بلکہ خشک ہوجانے پر سمیٹ لیے جائیں اور پھر جنہیں استری کرنا ہو انہیں استری کرکے رکھنا اور باقی کپڑے تہہ کرکے ترتیب سے الماریوں کے اندر رکھنا، اسی طرح بکھری الماریوں کو ترتیب دینا۔ اس کے لیے بھی دن مختص کیا جائے۔

❁ اسی طرح فریج کے اندر کا سارا سامان نکال کر صاف کرنا، کچن کے کیبنٹ، مصالحوں کے ڈبے وغیرہ کی صفائی کرنا، اس کا دن بھی متعین کر دیں۔

اسی طرح گھر کے باقی مزید کاموں کی بھی تقسیم کاری ہو اور ہر روز کچھ نہ کچھ کام ایڈجسٹ ہوجائیں تو پورے ماہ گھر چمکتا رہے گا اور اس طرح تھوڑا تھوڑا کرنے سے بوجھ بھی نہیں پڑتا، زیادہ تھکان بھی نہیں ہوتی اور بہت سارے کام بھی ہوجاتے ہیں۔ جب بیٹی کچھ بڑی ہونے لگے تو بیٹی کو بھی اس صفائی مہم میں شامل کریں اس طرح بیٹی بھی سیکھتی رہے گی۔

چھوٹی بچیوں کو کھلونوں کے ذریعے تربیت دینا اچھی تدبیر ہوسکتی ہے، بچیوں کو کچن والے کھلونے دیں، چھوٹے برتن میں پانی ڈال کر ان سے برتن دھلوائیں، خشک کروائیں ترتیب سے لگوائیں، ان برتنوں میں کھانا بنوائیں کہ کھانا بناتے وقت کس طرح صفائی رکھنی ہے، بچوں کے ذاتی کام ان کے اپنے ہاتھ سے کروائیں جیسا کہ اسکول جاتے وقت یونیفارم بدلنا، شوز پہننا، کاپیاں کتابیں بیگ میں چیک کرنا اپنی تیاری کا مکمل جائزہ لینا، (بچے اسکول میں بھی اپنی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں ڈیسک وغیرہ صاف کرنے کے لیے ایکسٹرا کپڑا پاس ہو، شوز پر دھول لگ گئی اسے فوراً صاف کرنا وغیرہ) اسکول سے واپسی پر شوز، بیگ یونیفارم اپنی جگہ پر درست انداز سے رکھنا، آتے ہی لنچ باکس نکال کر دھلنے کے لیے رکھنا، ہاتھ منہ اچھی طرح دھوکر کھانا کھانا، منظم انداز میں نفاست کے ساتھ کھانا، کھانے کے بعد ہاتھ منہ اچھی طرح صاف کرنا، نہانا وغیرہ ایسے ہی پاکی ناپاکی کی احتیاطیں سکھانا۔ یاد رہے بچے کھیل کھیل میں بہتر انداز میں سیکھ پاتے ہیں اس کے برعکس زبردستی ڈانٹ ڈپٹ کر ان سے کچھ کروایا جائے یا سکھایا جائے تو بچہ وقتی طور پر تو وہ کام آپ کے خوف سے کرلے گا لیکن اپنے مزاج میں وہ کام شامل نہیں کرے گا۔ ایسے ہی اگر مائیں گھر کے کام کرتے وقت شور شرابا کرتی ہوں، برتن پٹختی ہوں کہ میں ہی سب کام کروں وغیرہ وغیرہ تو بیٹیوں کے دل میں بھی گھریلو کاموں سے بیزاری پیدا ہوگی، گھر کا کام بوجھ لگے گا۔ ایسا انداز رکھیں کہ گھر کا کام بوجھ نہ ہو، بلکہ شوق ہو۔ یاد رہے کہ **"ظاہری صفائی"** انسان کے وجود سے پتا چل جاتی ہے لیکن **"باطنی صفائی"** انسان کے کلام سے پتا چلتی ہے لہٰذا **"ظاہری صفائی"**، اللہ پاک کے بندوں کے لیے، **"گھر کی صفائی"**، مہمانوں کے لیے اور **"دل کی صفائی"** اللہ پاک کے لیے کی جائے۔

اگر آپ اپنی بیٹیوں کو دینی اخلاق واقدار کے ساتھ پروان چڑھتا دیکھنا چاہتی ہیں تو اپنی بیٹیوں کو دارالمدینہ اسلامک اسکول / مدرسۃ المدینہ / جامعۃ المدینہ میں داخلہ دلوائیں جہاں ان کو دینی و دنیاوی امور کے ساتھ ساتھ اپنا جسم، لباس اور سامان وغیرہ صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔

Go To Index

پوتی و نواسی کا کردار

محترمہ بنتِ مدثر مدنیہ عطاریہ
صدر راولپنڈی

انسان کے دنیا میں آنے کا ظاہری وسیلہ اگرچہ والدین ہیں، مگر اس کے وجود کی بنیاد میں دادا دادی اور نانا نانی کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔ والدین اولاد کی تربیت اور پرورش کے ذمہ دار ہوتے ہیں، جبکہ بزرگوں کی شفقت، دعائیں اور تجربات گھر کے ماحول کو سکون اور محبت عطا کرتے ہیں۔ ماں باپ کی محبت جہاں اولاد کے لیے سایۂ رحمت ہے، وہیں دادا دادی اور نانا نانی کی شفقت اس محبت کو مزید کشادگی بخشتی ہے۔ اسلام ایک ایسا پاکیزہ دین ہے جو خاندانی تعلقات کو مضبوط اور محبتوں کو قائم رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی لیے شریعتِ مطہرہ میں صلہ رحمی کی خاص تاکید فرمائی گئی اور رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والوں کے لیے سخت وعیدیں بیان کی گئیں۔ نیز حسنِ سلوک کے اعتبار سے قریبی رشتہ داروں کے حقوق اور مراتب کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ لہٰذا والدین خواہ براہِ راست ہوں یا بالواسطہ، دونوں ہی محبت، احترام اور حسنِ سلوک کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ شریعتِ مطہرہ نے حقوقِ والدین میں دادا دادی اور نانا نانی کو بھی شامل فرمایا ہے۔

پوتی اور نواسی خاندان کی وہ ننھی کلیاں ہوتی ہیں جو اپنے اخلاق، اندازِ گفتگو اور طرزِ عمل سے گھر کے ماحول کو خوشگوار بھی بنا سکتی ہیں اور بگاڑ بھی سکتی ہیں۔ اگر ان کی تربیت صحیح انداز سے ہو تو یہ مستقبل کی مثالی بیٹیاں، بہوئیں اور مائیں بن کر پورے معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بنتی ہیں۔ چنانچہ ادب و احترام کی لڑی سے جڑے ان مقدس اور بزرگ رشتوں کے ساتھ پوتی اور نواسی کا کردار کیسا ہونا چاہیے؟ درج ذیل نکات کے ذریعے جاننے کی کوشش کرتی ہیں:

اطاعت و فرمانبرداری

پوتی اور نواسی کو چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ ساتھ دادا دادی اور نانا نانی کی اطاعت کو بھی باعثِ سعادت سمجھے۔ والدین کی بات تو اولاد کسی حد تک نہ چاہتے ہوئے بھی مان لیتی ہے لیکن دادا دادی اور نانا نانی کی بات اور حکم ماننا اپنی آزادی میں آڑ سمجھا جانے لگا ہے۔

ادب و احترام

ادب دینِ اسلام کی خوبصورتی ہے۔ اپنے سے بڑے رتبے والے کی تعظیم کو شریعتِ مطہرہ نے پسند فرمایا ہے خواہ وہ علم میں بڑے ہو یا عمر میں۔ دادا دادی اور نانا نانی عمومی طور پر بزرگی کی عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ مسلمان کے سفید بالوں کی اپنی عزت و تکریم ہے۔ حدیثِ پاک کے مطابق جو بڑوں کا ادب نہ کرے وہ طریقۂ نبوی پر نہیں۔[1] پوتی اور نواسی کو چاہیے کہ وہ اپنے بزرگوں کو آتا دیکھ کر احتراماً کھڑی ہو جائیں، ان کے ہاتھ چومیں، ان کے سامنے اپنے الفاظ اور انداز کو ادب کے دائرے میں قید کر لیں، ان کی غیر موجودگی میں بھی ان کا ذکر کرتے ہوئے مؤدبانہ الفاظ کا انتخاب کریں، اگر کوئی منفی بات ہو بھی جائے تو وفا کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کو داؤ پر نہ لگائیں بلکہ Cover Up کرنے کی کوشش کریں۔

Go To Index

جو ہے باادب وہ بڑی بانصیب اور
جو ہے بے ادب وہ نہایت بُری ہے

دیکھ بھال اور خدمت

نواسی اور پوتی کا فرض ہے کہ اپنے دادا دادی اور نانا نانی کی خدمت کریں۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اعضا کمزور پڑ جاتے اور طرح طرح کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔ ایسی حالت میں بزرگوں کو کسی سہارے کی حاجت ہوتی ہے، مسلسل خدمت سے گھر والے بیزاری کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ پوتی اور نواسی کو چاہیے کہ ان کی خدمت میں کوتاہی نہ کریں، وقت پر دوا دیں، ممکن ہو تو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق پرہیزی کھانے خود بنا کر انہیں کھلائیں، خود ہاتھ پکڑ کر چلائیں، سفر وغیرہ میں بھی ان کی دیکھ بھال کا خصوصی خیال رکھیں، ٹیکنالوجی کا بنیادی اور ضروری استعمال انہیں سکھانے میں مدد کریں، ضرورت پڑنے پر انہیں کال ملا کر دیں۔ اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ بزرگوں کے دلوں سے دعائیں نکلیں گی اور بیڑا پار ہو جائے گا۔

وقت دینا

ٹیکنالوجی کے تیز رفتار دور میں انسان کے پاس دوسروں کے لئے وقت نکالنا تو دور کی بات خود کو وقت دینے کے لئے وقت نہیں ہے۔ یہ ٹائم مینجمنٹ نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ ہمارے بزرگانِ دین درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دیگر مشاغل کے باوجود اپنے گھر والوں کے لئے وقت نکالتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی اپنے مبارک وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہوا تھا جس کا ایک حصہ گھر والوں کے لئے مختص تھا۔[2] پوتی اور نواسی کو بھی چاہیے کہ اپنے دادا دادی اور نانا نانی کے لئے وقت نکال کر ان کے پاس موجود تجربات، خاندانی اقدار اور تہذیبی ورثے سے فائدہ حاصل کریں۔ نوجوان نسل کی ایک تعداد "بار بار وہی پرانی باتیں" کا عذر بنا کر بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے کتراتی اور فقط انہیں سلام کر لینے یا کھانا پانی پوچھ لینے کو کافی سمجھتی ہے۔ حالانکہ یہ بزرگ ہماری توجہ کے طلبگار ہوتے ہیں۔ پوتی اور نواسی کو چاہیے کہ آتے جاتے بزرگوں کو سلام کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھیں، اپنی سرگرمیاں بھی ان کے ساتھ شیئر کریں، دور ہونے کی صورت میں کال پر رابطہ مضبوط رکھیں اور آنے جانے کا سلسلہ بھی جاری رکھیں۔

دعا اور ایصالِ ثواب

دادا دادی یا نانا نانی کا انتقال ہو جائے تو پوتی اور نواسی کو چاہیے کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتی رہیں، فاتحہ اور قرآن خوانی کا سلسلہ جاری رکھیں۔ جمعہ کو سورۂ یٰس پڑھ کر انہیں ایصال کرتی رہیں کہ وفات کے بعد ہمارے بزرگ ہمارے ایصالِ ثواب کے منتظر ہوتے ہیں۔ آج ہم کسی کو یاد رکھیں گی تو کل ہمارے مرنے کے بعد کوئی ہمارے لیے بھی ہاتھ اٹھانے والا ہو گا۔

پوتی اور نواسی کو چاہیے کہ اپنے بہن بھائیوں کے دلوں میں بھی اپنے بزرگوں کی محبت پیدا کریں، بزرگوں کی طرف سے ہونے والی ڈانٹ ڈپٹ پر اپنا دل بڑا رکھیں اور اس حوالے سے چھوٹوں کی بھی تربیت کرتی رہیں۔

آخری گزارش!

جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہنے کی وجہ سے بچوں کی ایک تعداد دادی دادا سے شاکی رہتی ہے جبکہ نانی نانا کے گن گاتے نہیں تھکتی۔ اس میں ماں کا بھی کردار ہوتا ہے لیکن دینِ اسلام ہمیں میانہ روی کی راہ نمائی فرماتا ہے۔ نانا نانی کا پیار اپنی جگہ لیکن دادا دادی کی محبت سے بھی انکار ممکن نہیں! دونوں طرف کے ہی حقوق پورے کرنا ضروری ہیں۔

اللہ پاک ہمیں اپنے خاندانی رشتوں کی قدر کرنے اور انہیں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1 معجم کبیر، 8/228، حدیث: 7895 ملخصاً
2 شمائل محمدیہ، ص192، رقم: 319

Go To Index

علومِ قرآن

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

قرآنِ مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اللہ پاک نے اسے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر نازل فرمایا، جن کے ذریعے نبوت کا سلسلہ مکمل ہوا اور ایسا کامل دین عطا فرمایا جو تمام ادیان کے لیے خاتمہ و تکمیل ہے۔ قرآنِ کریم خالقِ کائنات کا وہ ابدی دستور ہے جو انسانیت کی ہدایت اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے نازل کیا گیا۔ یہی دینِ محمدی اور شریعتِ اسلامی کی بنیاد، دلیل اور سرچشمہ ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ پاک کی ذات و صفات کے روشن دلائل، انبیا علیہم السلام کے واقعات اور حضور کی نبوت و رسالت اور عظمتوں کا بیان ہے۔ اسی میں عبادات، معاملات، حلال و حرام، اخلاق و آداب اور انسانی زندگی کے تمام ضروری احکام ذکر کیے گئے ہیں۔ عرش و فرش، جنت و دوزخ اور انسان کی ہدایت کے لیے ضروری تمام امور کو نہایت جامع انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ14، النحل:89) ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

قرآنِ مجید چونکہ معارف و حقائق کا بے کنار سمندر ہے، اس لیے علمائے اُمت نے اس کے مختلف علوم اور پہلوؤں پر جداگانہ تحقیق فرمائی۔ انہوں نے تفسیر، اصولِ تفسیر، علومِ قرآن اور دیگر فنون میں بے شمار کتابیں تصنیف کیں، اصول مرتب کیے اور علمی ذخیرہ امت کے لیے محفوظ کر دیا۔ انہی اکابرین کی شب و روز محنتوں کے نتیجے میں آج اسلامی کتب خانے عظیم علمی و تحقیقی سرمائے سے مالامال ہیں۔

چند دہائیاں پہلے تک عام مسلمان قرآنِ کریم کی تلاوت زیادہ تر ثواب کی نیت سے کرتے تھے اور اپنی طرف سے ترجمہ یا تفسیر بیان کرنے سے خوف محسوس کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ قرآنِ کریم گہرے سمندر کی طرح ہے اور اس کی گہرائی میں وہی اتر سکتا ہے جو علم و فن میں کامل مہارت رکھتا ہو۔ جیسے بغیر تیراکی جانے دریا میں کودنا جان کو خطرے میں ڈالنا ہے، اسی طرح علومِ دینیہ سے ناواقف ہو کر قرآنِ کریم کی تفسیر و ترجمانی کرنا ایمان کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

اسی لیے مفسرینِ کرام قرآنِ کریم کی تفسیر سے پہلے کئی علوم و فنون میں مہارت حاصل کرتے تھے۔ مثلاً: صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، لغت، ادب، منطق، فقہ، اصولِ فقہ، حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر، اصولِ تفسیر، کلام، تاریخ، جغرافیہ، حساب، فلسفہ اور تصوف وغیرہ۔ یہ حضرات اپنی زندگیاں ان علوم کے حصول میں صرف کرتے، پھر نہایت احتیاط کے ساتھ قرآنِ کریم کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے۔

اس کے باوجود ان کے دلوں میں کلامِ الٰہی کا ایسا ادب ہوتا کہ آیاتِ متشابہات میں بے جا گفتگو سے بچتے۔ آیاتِ محکمات کی تفسیر کرتے وقت بھی مفسرین، محدثین اور فقہا کے اقوال کو سامنے رکھتے اور اپنی تمام تر علمی صلاحیتیں صرف کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو قرآنِ کریم کے سامنے ایک طالبِ علم ہی سمجھتے تھے۔

مگر افسوس! آج ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہو چکا ہے جو علومِ

قرآن سے ناواقف ہونے کے باوجود صرف لغت کی چند معلومات کی بنیاد پر قرآن کریم کا ترجمہ اور مفہوم بیان کرنے لگتا ہے، حالانکہ قرآنِ حکیم کو سمجھنے کے لیے گہرے علم، تقویٰ اور اکابر امت کی راہ نمائی کی سخت ضرورت ہے۔

مضامینِ قرآنِ کریم کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے کئی بنیادی علوم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ذیل میں چند اہم علوم اور ان کی ضرورت کا مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے:

بنیادی طور پر قرآن مجید کی آیات تین اقسام پر مشتمل ہیں:

پہلی قسم ان آیات کی ہے جن کے حقیقی معانی اور مراد تک عقل وشعور کی رسائی ممکن نہیں ہوتی، انہیں **متشابہات** کہا جاتا ہے۔ ان میں بعض ایسی آیات بھی ہیں جن کے ظاہری معنی ہی واضح نہیں ہوتے، جیسے حروفِ مقطعات: الٓمّٓ، حٰمٓ، الٓرٰ وغیرہ۔

دوسری قسم ان آیات کی ہے جن کے الفاظ کے معنی تو معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کی حقیقی مراد سمجھنے کے لیے گہری علمی بصیرت درکار ہوتی ہے، کیونکہ ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر فرمانِ الٰہی ہے: یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْۚ (پ26، الفتح:10) ترجمہ: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ایسی آیات میں اگر علم اور احتیاط سے کام نہ لیا جائے تو انسان غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔

تیسری قسم ان آیات کی ہے جن کی مراد واضح ہوتی ہے، انہیں **محکمات** کہا جاتا ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌؕ (پ3، اٰل عمرٰن:7) ترجمہ: وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔

محکمات میں بھی بعض آیات ایسی ہیں جن کا مفہوم بالکل واضح ہوتا ہے، جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌۚ (پ30، الاخلاص:1) ترجمہ: تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ ایسی آیات کو نصوصِ قطعیہ کہا جاتا ہے۔ البتہ! بعض محکم آیات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی صحیح مراد تک پہنچنے کے لیے تفسیر کی ضرورت پڑتی ہے اور صرف لفظی ترجمہ پر اعتماد بعض اوقات گمراہی اور ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔[1]

انہی ضروری علوم میں ایک اہم علم ناسخ ومنسوخ بھی ہے۔ نسخ سے مراد یہ ہے کہ شرعی حکم کے تعلق کو بعد میں آنے والی دلیلِ شرعی سے ختم کر دیا جائے۔[2] اس علم کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ علمائے کرام فرماتے ہیں: جو شخص ناسخ و منسوخ کی معرفت نہ رکھتا ہو، اس کے لیے قرآنِ کریم کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ حضرت علی رضی اللہُ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا جو لوگوں کے سامنے قرآن کے واقعات بیان کرتا تھا: کیا تم ناسخ و منسوخ کو جانتے ہو؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔[3]

قرآنِ کریم میں نسخ کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں:

- وہ جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔
- وہ جس کا حکم منسوخ ہو گیا لیکن تلاوت باقی رہی۔
- وہ جس کی تلاوت منسوخ ہوئی مگر حکم باقی رہا۔[4]

علمائے کرام نے اس کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت صرف احکام پر عمل کے لیے نہیں بلکہ حصولِ ثواب کے لیے بھی کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے بعض مقامات پر حکم منسوخ ہونے کے باوجود تلاوت باقی رکھی گئی، تاکہ بندوں کو اللہ پاک کی نعمت اور اس آسانی کی یاد دہانی ہوتی رہے جو اس نے اپنے فضل سے عطا فرمائی۔[5]

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. علم القرآن، ص7 تا 27 ماخوذاً
2. قرآن میں ناسخ و منسوخ، ص15
3. الاتقان فی علوم القرآن، 2/700
4. الاتقان فی علوم القرآن، 2/705 تا 717 ماخوذاً
5. الاتقان فی علوم القرآن، 2/713

Go To Index

دارالافتاء اہلسنت

مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی * شیخ الحدیث و مفتی دار الافتاء اہل سنت، لاہور

دارالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے چار منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

1 کیا ولیمے میں جانور ذبح کرنا ضروری ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عقیقہ کی طرح ولیمہ میں بھی جانور ذبح کرنا ضروری ہے یا بغیر جانور ذبح کیے دیگر کھانوں کے ساتھ بھی ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی؟ اور جو حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ: "ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری ہی سے ہو۔" کیا اس سے ولیمہ میں جانور ذبح کرنے کا ضروری ہونا ثابت نہیں ہوتا؟ اس حدیث شریف کی وضاحت بھی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ولیمہ میں جانور ذبح کرنا یا گوشت کے ساتھ دعوت کرنا ضروری نہیں، بلکہ کسی بھی کھانے کی چیز سے ولیمہ کیا جاسکتا ہے۔ خود رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنی متعدد ازواجِ مطہرات کے ولیموں میں جانور ذبح نہیں فرمایا، بلکہ جو کھانے کی چیزیں اس وقت میسر تھیں، انہی سے دعوتِ ولیمہ فرمائی۔ اسی طرح حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرَّم اللہ وجہہ الکریم کا ولیمہ بھی جانور ذبح کیے بغیر عام کھانوں کے ساتھ ہوا۔

باقی حدیث شریف میں یہ ارشاد آیا ہے کہ: **"ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری ہی سے ہو"** تو اس میں بکری کا ذکر وجوب کے طور پر نہیں، بلکہ یہ فرمان چونکہ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنے پیارے صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا، تو یہ ان کی خوش حالی اور مالی استطاعت کے پیشِ نظر تھا، کیونکہ وہ بکری ذبح کرنے کی قدرت رکھتے تھے اور یہ ان کے لیے دشوار نہ تھا۔ اسی بنا پر علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ولیمہ شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق کرنا مستحب ہے۔ نیز صاحب استطاعت کے لیے بالخصوص گوشت سے دعوت کرنا مستحب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 قبروں پر آرٹیفیشل پھول اور لڑیاں وغیرہ ڈالنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین اور شب براءت وغیرہ کے موقع پر بعض لوگ اپنے مرحومین کی قبروں پر آرٹیفیشل پھول اور لڑیاں وغیرہ ڈالتے ہیں کیا یہ قبروں پر ڈال سکتے ہیں؟

نوٹ: یہ آرٹیفیشل پھول اور لڑیاں قبروں پر ہی پڑے پڑے خراب و ناکارہ ہو جاتی ہیں اور بعد میں ان کو کچرے میں پھینک دیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عام مؤمنین کی قبروں پر آرٹیفیشل پھول اور لڑیاں وغیرہ ڈالنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس سے مقصود تزئین ہوتی ہے اور قبر محلِ زینت نہیں ہے نیز یہ اسراف ہے کہ اسراف و تبذیر کی جامع ترین تعریف یہ ہے **"غیرِ حق میں صرف کرنا اسراف ہے۔"** ناحق صرف کی ایک صورت یہ ہے کہ مال معصیت میں خرچ کیا جائے اور ناحق صرف کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی غرض کے بغیر مال خرچ کیا جائے، جس میں مال محض ضائع ہو جائے۔ اور دریافت کی گئی صورت میں بھی یہ مال معصیت میں خرچ کیا جارہا ہے نیز بعد میں ان پھولوں اور لڑیوں کا ضیاع

Go To Index

ہوتا ہے پھر شریعتِ مطہرہ میں بھی ان کی کوئی اصل نہیں لہٰذا ان کی بجائے تر پھول قبروں پر ڈالے جائیں کیونکہ جب تک وہ تر رہتے ہیں اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتے ہیں جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 لقطے کی رقم غریب سید زادے کو دینا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس لقطے کی رقم موجود ہے، جس کی مالیت 4650 روپے ہے، یہ رقم اسے اپنی دکان کے باہر سے ملی تھی، اس نے یہ رقم مالک کو دینے کی نیت سے اٹھائی تھی اور اس نے مالک کو تلاش کیا یعنی اپنی دکان میں موجود ملازمین، گاہکوں، اور پڑوسی دکانداروں سے پوچھا لیکن کافی تلاش کے باوجود ان پیسوں کا مالک نہیں ملا، اور مالک کو تلاش کرتے ہوئے تقریباً اڑھائی ماہ ہو چکے ہیں۔ اب اسے ظنِ غالب ہو چکا ہے کہ مالک اب اپنی رقم کو تلاش نہیں کرتا ہوگا۔ زید اس رقم کو صدقہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کی دکان پر ایک غریب سید صاحب ملازمت کرتے ہیں تو کیا زید یہ رقم غریب سید زادے کو دے سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیان کی گئی صورت میں زید اپنی دکان کے باہر سے ملنے والی رقم غریب سید زادے کو دے سکتا ہے۔

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص لقطے کی چیز کو مالک تک پہنچانے کی نیت و ارادے سے اٹھائے تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ اتنی مدت تک مالک کو تلاش کرے کہ اسے ظنِ غالب ہو جائے کہ اب مالک اپنی چیز کو تلاش نہیں کرتا ہوگا۔ اور اسے مالک نہ ملنے کی صورت میں اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو اس چیز کو مالک تک پہنچانے کے ارادے سے محفوظ رکھ لے یا پھر اس چیز کو کسی بھی نیک کام میں خرچ کر دے۔ ایسی چیز کو صدقہ واجبہ کی مثل کسی غیر سید، غیر ہاشمی شرعی فقیر پر صدقہ کرنا واجب نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ مالک نہ ملنے کی صورت میں اس چیز کو مسجد و مدرسے وغیرہ میں بھی خرچ کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا زید لقطے کی مذکورہ رقم غریب سید زادے کو دے سکتا ہے کیونکہ کسی سید زادے کی مدد کرنا مصارفِ خیر میں سے ہی ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

4 کیا ٹیکسٹ میسج کے سلام کا جواب لکھ کر دینا لازم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی کو ٹیکسٹ میسج کے ذریعے عربی یا اردو رسم الخط میں "**السلام علیکم**" لکھ کر بھیجے، تو کیا اس کا تحریری طور پر وعلیکم السلام لکھ کر جواب دینا شرعاً لازم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تحریری موصول ہونے والے سلام کا جواب تحریری طور پر لکھ کر ہی دینا واجب نہیں، بلکہ زبانی بھی دیا جا سکتا ہے، اس سے بھی جواب دینے کا واجب ادا ہو جائے گا۔ لیکن فوراً دیا جائے کہ سلام کے جواب میں تاخیر کی اجازت نہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ جیسے ہی کسی کا سلام موصول ہو، تو فوراً زبان سے سلام کا جواب دیدے، تاکہ تاخیر کی وجہ سے گنہگار بھی نہ ہو اور پھر ٹیکسٹ میسج کا جواب دیتے ہوئے بھی سلام کا جواب دے دینا چاہیے، تاکہ وہ شخص کسی بدگمانی کا شکار بھی نہ ہو۔

نوٹ: جس طرح بالمشافہ کیے گئے سلام میں بھی صرف سلام تحیت (یعنی جو بنیادی طور پر زیارت و ملاقات کے لیے آنے والا کرے، اپنے کسی اور کام کے لیے نہ آیا ہو) کا جواب دینا لازم ہوتا ہے، اسی طرح تحریری سلام کا جواب لازم ہونے کے لیے بھی سلام تحیت ہونا ضروری ہے، سلام تحیت کے علاوہ سلام کا جواب دینے نہ دینے کا اختیار ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

Go To Index

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی ٭ شیخ الحدیث و مفتی دار الافتاء اہل سنت، لاہور

1 اپ ورک کے لیے عورت کا اپنی پروفائل پر تصویر لگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپ ورک (Upwork) کے بارے میں شرعی رہنمائی لینی ہے کہ کیا ایک عورت اپنی پروفائل پر نقاب کے ساتھ تصویر لگا کر پروفائل بنا سکتی ہے؟ نقاب سے مراد یہ ہے کہ چہرے کی ٹکیا کھلی رہے گی جبکہ بقیہ اعضاء مثلاً سر اور گلا وغیرہ نقاب میں رہیں گے؟ کیونکہ پروفائل بنانے کے لیے تصویر لگانی ہوتی ہے، البتہ تصویر کے بغیر بھی پروفائل بن جاتی ہے اور آرڈرز وغیرہ بھی مل جاتے ہیں کہ اصل مدار تصویر وغیرہ پر نہیں بلکہ پروفائل پر موجود ریٹنگز اور پوائنٹس کے حساب سے ہی آرڈرز ملتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپ ورک ویب سائٹ پر کسی بھی عورت کے لیے اپنی پروفائل بناتے وقت بغیر نقاب کے چہرے کی ٹکیا کھلی رکھی گئی تصویر لگانا بھی ممنوع ہے کہ فی زمانہ خوفِ فتنہ کے سبب فقہائے کرام نے چہرے کا پردہ کرنا بھی لازم قرار دیا ہے۔ جب تصویر کے بغیر بھی پروفائل بن سکتی ہے بلکہ اصل مدار بھی تصویر پر نہیں اور اس کے بغیر بھی آرڈر مل سکتا ہے تو کسی بھی قسم کی حاجت یا ضرورت کا تحقق و ثبوت نہ ہوا اس لیے اپ ورک کی پروفائل پر آپ اپنی ایسی تصویر نہیں لگا سکتی جس میں چہرہ کھلا رہے۔ ہاں پورا چہرہ بھی نقاب میں ہو تو پھر تصویر لگانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

2 بڑے ناخن رکھنا کیسا؟ نیز ناخن کتنے کاٹے جائیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چالیس دن پورے ہونے سے پہلے ناخن کاٹنا ضروری ہوتا ہے۔ یہاں ناخن کاٹنے سے کیا مراد ہے کہ کتنے ناخن کاٹے جائیں؟ کیونکہ بعض عورتوں کو بڑے ناخن رکھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ چالیس دن پورے ہونے سے پہلے باقاعدہ ناخن کاٹنے کے بجائے ناخنوں کے معمولی سے کنارے تراش لیتی ہیں، جس سے ان کے ناخن بڑے ہی رہتے ہیں اور وہ یہ گمان کرتی ہیں کہ ہم نے شریعت کے حکم پر عمل کر لیا ہے تو کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ناخن کاٹنے کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ ہفتے میں ایک بار ناخن کاٹنا مستحب ہے، اگر ایک ہفتے کے اندر نہیں کاٹے تو پھر پندرہ دن میں ایک بار کاٹ لیے جائیں، اور ناخن نہ کاٹنے کی انتہائی مدت چالیس دن ہے کہ بلا عذر چالیس دن تک ناخن نہ کاٹنا، مکروہِ تحریمی اور گناہ ہے۔

یہاں ناخن کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ ”ناخنوں کا جو حصہ انگلیوں کے پوروں سے بڑھ جائے تو اسے اس طرح کاٹ لیا جائے کہ خود کو تکلیف و ضرر نہ ہو“۔ بڑے ناخن رکھنے کے شوق میں ناخنوں کو انگلیوں کے پوروں سے بڑا رکھنا، اور چالیس دن پورے ہونے سے پہلے ناخنوں کے کناروں کو معمولی سا کاٹ لینا، کافی نہیں ہے کیونکہ ناخن انگلیوں کے پوروں سے اوپر ہی رہیں گے لہٰذا اس سے شرعی حکم پر عمل نہیں ہو گا اور وہ چالیس دن سے زیادہ بڑے ناخن رکھنے کی وجہ سے گناہگار ہوں گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

Go To Index

اعتقادات و توہمات (قسط نمبر3)

محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ ✍ طالبہ فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز عرب، بحرین

پیری مریدی

کسی پیرِ کامل کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہوئے آئندہ گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال اختیار کرنے کا عہد کرنا **بیعت** کہلاتا ہے، جسے عام طور پر پیری مریدی کہا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں ابتدا ہی سے یہ سلسلہ جاری ہے اور مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنی باطنی اصلاح کے لیے اولیائے کاملین سے وابستہ رہی ہے۔ یہ محض ایک رسم نہیں بلکہ نفس کی پاکیزگی اور اللہ پاک کی پہچان حاصل کرنے کا مبارک ذریعہ ہے۔

پیری مریدی (بیعت) کا ثبوت قرآن و سنت دونوں سے ملتا ہے؛ چنانچہ قرآن میں ہے: يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْۚ (پ15، بنی اسرائیل:71) ترجمہ: یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو۔ اس آیت میں تقلید اور بیعت، مریدی سب کا ثبوت ہے۔[1] اسی طرح احادیثِ مبارک میں صحابۂ کرام کا حضور کے دستِ مبارک پر مختلف امور جیسے اطاعت، نیکی اور دین پر بیعت کرنا ثابت ہے۔ اس سے بیعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ البتہ! بیعت کا اصل مقصد کسی کامل، متقی اور باعمل شیخ کی صحبت میں رہ کر اپنے باطن کی اصلاح کرنا، نیکیوں سے محبت پیدا کرنا اور گناہوں سے نفرت اختیار کرنا ہے، کیونکہ نیک صحبت دل کی پاکیزگی اور اعمال کی درستی کا اہم ذریعہ بنتی ہے۔

پیری مریدی کا غلط معیار: بیعت کا اصل مقصد اخروی فوائد و منافع کا حصول ہے، تاہم ضمناً دنیاوی معاملات میں بھی اس کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں، مگر بدقسمتی سے فی زمانہ بیشتر لوگوں نے پیری مُریدی جیسے اہم منصب کو محض حصولِ دنیا کا ہی ذریعہ بنالیا ہے۔ لوگ پیرِ کامل کا معیار یہ سمجھتے ہیں کہ پیر تعویذات یا عملیات میں ماہر ہو جو ہر دنیوی مشکل حل کر دیا کرے۔ اگرچہ پیرِ کامل کی برکت سے بہت سارے دنیوی مسائل بھی حل ہوتے ہیں، تاہم اسی چیز کو پیرِ کامل کا مِعیار سمجھ لینا اور جہاں کوئی مسئلہ حل نہ ہوا وہاں پیر صاحب کے کامل ہونے میں شکوک و شبہات میں پڑ جانا سراسر جہالت و بیوقوفی ہے، لہٰذا مرید ہوتے وقت مرشد کامل کی حقیقی پہچان اور مرید ہونے کے مقاصد کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ نے فرمایا کہ بیعت لینے اور مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کے لیے چار شرطیں ضروری ہیں: ایک یہ کہ سنی صحیح العقیدہ ہو، دوسری شرط ضروری علم کا ہونا، تیسری یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنا، چوتھی اجازت صحیح متصل ہو۔ جس شخص میں ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ ہو تو اس کو پیر نہیں پکڑنا چاہئے۔[2] حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب مرید ہونا ہو تو اچھی طرح تفتیش کر لیں، ورنہ اگر (کسی ایسے کو پیر بنالیا جو) بد مذہب ہوا تو ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔[3]

پیری مریدی کا کاروبار: آج کل بعض لوگوں نے پیری مریدی جیسے مقدس سلسلے کو محض آمدنی کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ بیعت کروانے، وظائف دینے اور تعویذات فراہم کرنے کے باقاعدہ معاوضے مقرر کیے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے آستانے قائم کرکے مریدوں سے مختلف حیلوں بہانوں سے رقم وصول کی جاتی ہے۔ کبھی خاص فیضان اور کبھی مشکلات کے حل کے نام پر بھاری نذرانے لیے جاتے ہیں، حالانکہ حقیقی روحانیت کا تعلق اخلاص، تقویٰ اور اتباعِ شریعت سے ہے، نہ کہ مال و دولت سے۔ ایسے نام نہاد پیروں کا اکثر ظاہری و

باطنی حال شریعت کے خلاف ہوتا ہے۔ نہ ان کے عقائد درست ہوتے ہیں، نہ عبادات کی پابندی۔ بعض تو نماز تک کے پابند نہیں ہوتے اور کھلے عام فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ داڑھی منڈوانا، عورتوں سے بے پردگی میں ملاقاتیں کرنا، تنہائی میں بیعت لینا اور دم کے نام پر غیر شرعی حرکات کرنا بھی بعض جعلی پیروں میں عام ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے لوگ روحانیت کے نہیں بلکہ شیطان کے راستے پر ہوتے ہیں، اس لیے ان سے بچنا ضروری ہے۔

عمل سے دوری: بعض لوگ پیر سے وابستگی کے بعد خود کو اعمالِ شریعت سے بے نیاز سمجھنے لگتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ صرف پیر کی نسبت ہی نجات کے لیے کافی ہے، حالانکہ یہ غلط سوچ ہے۔ بے شک پیرِ کامل کی صحبت ہدایت اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے، مگر شریعت کی پابندی ہر مسلمان پر لازم رہتی ہے۔ حقیقی پیر وہی ہے جو انسان کو نماز، عبادات اور نیکیوں کی طرف لے جائے اور اللہ پاک سے مضبوط تعلق قائم کرے، نہ کہ شریعت سے دور کرے۔

عورتوں کے لیے بھی بیعت روحانی اصلاح اور اللہ پاک کی قربت کا ذریعہ ہے، تاہم ان کی بیعت کا طریقہ مردوں سے مختلف رکھا گیا ہے۔ شریعت نے پردے اور حیا کی حفاظت کے لیے غیر محرم مرد سے ہاتھ ملانے سے منع فرمایا ہے، اسی لیے حضور عورتوں سے زبانی بیعت لیتے تھے اور آپ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا۔[4] معلوم ہوا کہ بیعت میں شرعی حدود کی پابندی ضروری ہے۔ نیز بیعت کے لیے ہاتھ میں ہاتھ دینا یا پیر کا سامنے موجود ہونا شرط نہیں، بلکہ خط یا کسی واسطے سے بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔

بعض عورتیں یہ سمجھ لیتی ہیں کہ بیعت کے بعد پیر سے پردے کے احکام ختم ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ غلط فہمی ہے۔ صرف مرید ہونے سے پیر محرم نہیں بن جاتا، بلکہ اس کے ساتھ بھی وہی پردے کے احکام ہیں جو دوسرے نامحرم مردوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ لہٰذا غیر محرم پیر سے بے تکلفی، بلا ضرورت میل جول یا پردے میں کوتاہی شرعاً ناجائز ہے۔ بیعت کا مقصد اصلاحِ نفس اور دین پر عمل ہے، نہ کہ شرعی حدود میں نرمی پیدا کرنا۔

بعض لوگ اپنے گھروں یا دکانوں میں پیر صاحب، والدین یا بزرگانِ دین کی تصاویر بطورِ برکت لٹکاتے ہیں، بلکہ آج کل اولیائے کرام کی فرضی اور خود ساختہ تصاویر کے فریم بھی عام ملتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقہ شرعاً درست نہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی جاندار کی تصویر، خواہ کسی پیر، بزرگ یا عام شخص کی ہو، گھر میں لٹکانا ناجائز ہے۔ حضور نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔[5] لہٰذا ایسی چیزوں سے بچتے ہوئے برکت حاصل کرنے کے لیے نیک اعمال اور سنتوں پر عمل کرنا چاہیے۔

اطاعت و عقیدتِ مرشد میں اعتدال اپنائیے: مرشد سے محبت، عقیدت اور اطاعت ضرور ہونی چاہیے، مگر اس میں اعتدال بھی ضروری ہے۔ بعض لوگ اپنے پیر کی محبت میں اس قدر غلو کر جاتے ہیں کہ ان کے ہر قول و فعل کو درست سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی بات شریعت کے خلاف ہو تب بھی اس کی تاویلیں کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں خطا سے پاک ہونے کا مقام صرف انبیائے کرام کو حاصل ہے۔ کوئی پیر یا بزرگ شریعت سے بالاتر نہیں ہو سکتا۔

شریعتِ اسلامیہ ہر مسلمان کے لیے اصل معیار ہے، اس لیے اگر کسی مرشد کی طرف سے قرآن و سنت کے خلاف کوئی حکم دیا جائے تو اس کی پیروی جائز نہیں۔ حقیقی پیر وہی ہے جو انسان کو دین، تقویٰ اور شریعت پر چلنے کی ترغیب دے، نہ کہ دین سے دور کرے۔ لہٰذا پیری مریدی میں توازن ضروری ہے؛ نہ اتنی بے اعتدالی ہو کہ شریعت ہی فراموش ہو جائے اور نہ ایسی بے ادبی کہ اولیائے کرام کی شان میں گستاخی ہو۔ مرشد کا احترام شریعت کے دائرے میں رہ کر ہی کرنا چاہیے، کیونکہ یہی اعتدال انسان کو صحیح روحانیت اور اللہ پاک کے قرب تک پہنچاتا ہے۔

اللہ پاک ہمیں اعتدال، بصیرت اور درست فہم عطا فرمائے اور ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں شریعت کے تابع رکھے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. تفسیر نور العرفان، ص461ملتقطاً
2. فتاویٰ رضویہ، 21/ 491، 492ملتقطاً
3. بہارِ شریعت، 1/ 277، حصہ 1:
4. بخاری، 3/ 350، حدیث:4891
5. بخاری، 3/ 19، حدیث:4002

Go To Index

قرض کی ادائیگی میں جلدی کیجئے

محترمہ ام انس عطاریہ ذمہ دار شعبہ ماہنامہ خواتین (کراچی سطح)، رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

روایت ہے کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے، مگر ان چھ چیزوں میں نہیں: (1) نماز کا وقت ہو جائے تو نماز ادا کرنے میں (2) مہمان آجائے تو اس کی مہمان نوازی میں (3) مرنے والے کے کفن دفن میں (4) بچی کے بالغ ہونے پر اس کی شادی میں (4) قرض کی ادائیگی کا وقت آجائے تو ادا کرنے میں اور (5) گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرنے میں۔[1]

انسانی زندگی باہمی تعاون پر قائم ہے۔ ہر انسان کو زندگی کے مختلف مراحل میں دوسروں کی مدد اور وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ انہی ضروریات میں ایک اہم معاملہ قرض کا بھی ہے۔ تقریباً ہر انسان کبھی نہ کبھی کسی مجبوری یا ضرورت کے تحت قرض لیتا ہے۔ شریعت نے جہاں ضرورت مند کی مدد کے طور پر قرض دینے کی ترغیب دی ہے، وہیں قرض لینے والوں کو بھی اس کی بروقت ادائیگی کا پابند بنایا ہے۔ افسوس! آج بہت سے لوگ قرض لیتے وقت تو بڑے وعدے کرتے ہیں، مگر جب واپس کرنے کا وقت آتا ہے تو بہانے اور ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ بہت کم لوگ وعدے کے مطابق خوش دلی سے قرض ادا کرتے ہیں۔ اکثر صورتوں میں قرض خواہ تقاضا کرتے کرتے تھک جاتا ہے، یہاں تک کہ کبھی وہ مجبوری میں خاموش ہو جاتا ہے اور کبھی اپنا حق لینے کے لیے سختی پر مجبور ہوتا ہے۔

اسلام نے صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں تاخیر کو ظلم قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مالدار کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔[2] جب صرف تاخیر کرنا ظلم ہے تو قرض لے کر واپس نہ کرنا کس قدر سنگین جرم ہو گا! اسی لیے احادیثِ مبارکہ میں ایسوں کے لیے سخت وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: جس نے لوگوں کا مال واپس نہ کرنے کی نیت سے لیا، پھر اسی حالت میں مر گیا کہ قرض ادا نہ کیا، وہ اللہ پاک سے چور کی حیثیت سے ملے گا۔[3]

قرض کی ادائیگی میں غفلت کے دنیوی نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں۔ سب سے پہلے لوگوں کے دلوں سے انسان کی عزت اور اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات قرض خواہ خود سخت پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے رقم جمع کی ہو، پھر کسی ضرورت مند کی مدد کے جذبے سے وہ رقم قرض دے دے، اس امید پر کہ وقت پر واپس مل جائے گی۔ اب اگر قرض لینے والا بروقت ادائیگی نہ کرے تو اندازہ کیجیے کہ اس مجبور انسان پر کیا گزرے گی!

اچھی نیت سے قرض لینے والوں کی غیبی مدد البتہ! اگر کوئی شخص قرض ادا کرنے کی نیت سے لے مگر بعد میں کسی مجبوری کی وجہ سے ادا نہ کر پائے تو اللہ پاک اس کی اچھی نیت کی برکت سے اس کے لیے آسانی کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس نے ادائیگی کی نیت سے لوگوں کا مال لیا تو اللہ پاک اس کی طرف سے ادا فرما دے گا اور جس نے نقصان پہنچانے کی نیت سے لیا تو اللہ پاک اسے ہلاک فرما دے گا۔[4] یہ حدیث اچھی اور بری نیت کے اثرات کو واضح کرتی ہے۔ جو شخص انشراحِ صدر کے ساتھ (قرض) ادا کرنا چاہے گا اللہ پاک اس کی مدد فرمائے گا تاکہ وہ آخرت کے مواخذہ (پکڑ) سے بچ سکے اور جس کی نیت میں فتور ہوتا ہے اس توفیق سے محروم رکھتا ہے اور قرض ادا نہ کرنے کے وبال میں

Go To Index

گرفتار رہتا ہے۔[5]

اچھی نیت سے قرض لینے والے کے حق میں فرشتے بھی دعا کرتے ہیں۔ امام محمد بن محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جو قرض لیتے وقت ادائیگی کی نیت رکھتا ہے اللہ پاک اس پر فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے اور اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اس کا قرض ادا ہو جائے۔ پھر اگر قرض دار ادائیگی کی قدرت رکھنے کے باوجود قرض خواہ کی اجازت کے بغیر تاخیر کرے تو وہ گنہگار اور ظالم ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ذمے مسلسل گناہ لکھا جاتا رہتا ہے۔ ادائیگی کی قدرت صرف نقد رقم ہی سے نہیں ہوتی بلکہ اگر گھر کا سامان، فرنیچر یا دیگر چیزیں فروخت کر کے قرض ادا کیا جا سکتا ہو تو ایسا کرنا بھی ضروری ہے۔[6]

قرض کی ادائیگی کے آداب حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھ سے 40 ہزار درہم کا قرضہ لیا، آپ کے پاس مال آیا تو آپ نے مجھے وہ واپس کر دیا اور فرمایا: اللہ پاک تمہارے اہل و مال میں برکت فرمائے، قرض کی جزا ہی شکریہ اور قرض ادا کرنا ہے۔[7]

ضرورت کے وقت مدد کرنے والا انسان یقیناً محسن ہوتا ہے اور محسن کا شکریہ ادا کرنا اخلاقی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا قرض لینے والی کو چاہیے کہ بروقت اور خوش دلی سے قرض ادا کرے اور قرض خواہ کا شکریہ بھی ادا کرے کہ اس نے اعتماد کرتے ہوئے اس کی ضرورت پوری کی۔ اگر نقد رقم موجود نہ ہو تو حتی الامکان گھر کا سامان، جیسے فرنیچر یا فریج وغیرہ فروخت کر کے قرض ادا کرے تاکہ عزت، اعتماد اور زبان کی سچائی برقرار رہے۔ یاد رکھیے! ادائیگی کی قدرت ہونے کے باوجود بلا اجازت تاخیر کرنا گناہ ہے۔

مت دبا قرضہ کسی کا نابکار
روئے گی دوزخ میں ورنہ زار زار

بروقت قرض ادا کرنے کے فوائد: قرض کو وقت پر بلکہ ممکن ہو تو مقررہ وقت سے پہلے ادا کرنا نہایت عمدہ اخلاق کی علامت ہے۔ اسلام نے قرض کی ادائیگی میں جلدی کرنے کی ترغیب دی ہے، کیونکہ جب تک انسان کے ذمے قرض باقی رہتا ہے اس کی روح بھی بے سکون رہتی ہے۔ ایک روایت میں ہے: مومن کی روح اس کے قرض کے ساتھ لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے ادا کر دیا جائے۔[8] اس لیے بروقت ادائیگی روح کے سکون اور خلاصی کا سبب بنتی ہے۔ قرض انسان کے لیے ذہنی بوجھ بھی ہوتا ہے جو رات کی نیند اور دن کا سکون چھین لیتا ہے۔ جلد ادائیگی انسان کو پریشانی اور ذہنی دباؤ سے نجات دیتی ہے۔ مزید یہ کہ جو خوش اسلوبی سے قرض واپس کرے لوگوں میں اس کی عزت بڑھ جاتی ہے اور آئندہ ضرورت پڑنے پر لوگ بھی اس کی مدد کے لیے آمادہ رہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ بروقت قرض ادا کرنا اللہ پاک کی رضا، معاشرتی عزت اور قلبی سکون حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

قرض اُتارنے کا وظیفہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ حضور نے ایک دعا سکھائی اور فرمایا کہ اسے روزانہ پڑھا کرو، اگر تم پر زمین بھر سونا بھی قرض ہو تو اللہ پاک اسے ادا فرما دے گا۔[9] اور وہ دعا یہ تھی:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ رَحِیْمَهُمَا تُعْطِیْ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ اِقْضِ عَنِّیْ دَیْنِیْ۔

اللہ پاک ہمیں اس حالت میں موت عطا فرمائے کہ ہم تمام حقوق سے بری ہوں، کسی کا کوئی حق یا قرض ہمارے ذمے باقی نہ ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

1 الروض الفائق، ص86 2 بخاری، 2/109، حدیث:2400 3 معجم اوسط، 1/501، حدیث:1851 4 بخاری، 2/105، حدیث:2387 5 نزہۃ القاری، 3/635 6 کیمیائے سعادت، 1/336 ملخصاً 7 نسائی، ص753، حدیث:4692 8 ترمذی، 2/341، حدیث:1080 9 تفسیر قرطبی، الجزء الرابع، 2/42

ادائیگیِ قرض میں تاخیر مت کیجئے

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 49ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ انور عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: دورۂ حدیث تلواڑہ مغلاں سیالکوٹ)

قرض ہمارے معاشرے میں پایا جانے والا بہت عام معاملہ ہے شاید ہی کوئی انسان ہو گا جسے کبھی قرض کے لین دین کی ضرورت نہ پڑی ہو سب ہی ضرورتاً قرض لیتے یا دیتے ہیں۔ قرض کی بنیاد پر جہاں دوسرے کی مدد ہوتی ہے وہیں معاشرے میں بڑے فسادات بھی ہو جاتے ہیں؛ لڑائی جھگڑے، عزتیں اچھالنا، بلکہ بعض اوقات قتل تک بات پہنچ جاتی ہے، اسی لیے اس معاملے کو سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ قرض اور باہمی لین دین کے اصول بیان کرتے ہوئے قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ

(پ3، البقرۃ:282) ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

ہمیں چاہیے کہ جب بھی کسی سے قرض لیں تو واپس لوٹانے کا وقت لازمی مقرر کر لیں، اگر بالفرض کسی سبب سے انتظام نہ ہو سکے تو قرض خواہ سے مل کر عذر پیش کر کے مہلت لے لی جائے۔ لیکن ہمارے ہاں بعض لوگ رقم ہونے کے باوجود دھکے کھلاتے رہتے ہیں کہ صبح لے لینا، شام کو لے لینا، فلاں وقت آ جانا الغرض کسی طرح ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھیے! بلاوجہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا گناہ ہے، جب تک قرض نہ لوٹا دیا جائے گناہ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: انسان کی روح اپنے قرض کے سبب لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔[1] یقیناً سمجھ دار وہی ہے جو اپنے دل میں اللہ کریم کا خوف پیدا کرے اور اپنی طاقت کے مطابق قرض کی ادائیگی پر استطاعت کی صورت میں اپنی موت سے پہلے ہی جلد از جلد ادائیگی کر دے، نیز اگر قرض کہیں لکھا ہو یا موت سے پہلے مرنے والی وصیت کر جائے تو ورثا کو چاہیے قرض ادا کر کے اس کی اخروی بخشش کا سامان کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: جو اس حال میں مرے کہ وہ غرور، خیانت اور قرض سے پاک و صاف ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔[2] لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جتنا قرض ہم پر ہے جیتے جی حساب لگا کر چکا دیں کیونکہ قرض سے پاک ہو کر دنیا سے جانا دخولِ جنت کا ذریعہ ہے۔

یاد رکھیے! قرض لینا گناہ نہیں ہے، البتہ! زندگی کا یہ اصول بنا لینا چاہیے کہ قرض صرف اس وقت لیں جب کوئی اور سبب نہ بچے، پھر اتنا ہی لیں جتنی ضرورت ہو اور لوٹانے کا پکا ارادہ بھی ہو۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے ادا کرنے کی نیت سے قرض لیا تو اللہ پاک اس کی طرف سے قرض ادا فرمائے گا۔[3]

قرض کے متعلق اچھی عادات: ☆ قرض خواہ کو تکلیف نہ دیجیے بلکہ خود اس کے پاس جا کر قرض لوٹایئے۔ ☆ جب رقم کا انتظام ہو جائے تو مقررہ تاریخ کا انتظار مت کیجیے فوراً ہی قرض لوٹا آیئے۔ ☆ اگر قرض خواہ ڈرائے دھمکائے، جلی کٹی سنائے تو

الجھنے کے بجائے اسے معاف کر دیجیے۔

اللہ کریم ہمیں حقوق العباد ادا کرنے اور دوسروں کے ساتھ نرمی و شفقت سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترمہ بنتِ طاہر حسین عطاریہ

(طالبہ: درجۂ ثالثہ معراج کے سیالکوٹ)

حضرت شیبان بن حسن بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم اور حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ جہاد کے لئے نکلے تو راستے میں اچانک ایک گہرا اور کشادہ کنواں آگیا جس میں سے گھٹی گھٹی آوازیں آرہی تھیں۔ دونوں میں سے ایک کنوئیں میں اترے تو اندر تخت پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور اس کے نیچے پانی تھا۔ اترنے والے نے اس سے پوچھا: تم انسان ہو یا جن؟ اس نے کہا: انسان ہوں۔ پوچھا: کون ہو؟ اس نے کہا: میں انطاکیہ کا باشندہ ہوں اور مر چکا ہوں، مجھ پر قرض تھا جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھے یہاں قید کر دیا ہے۔ انطاکیہ میں میرا بیٹا ہے جو مجھے یاد کرتا ہے نہ میرا قرض ادا کرتا ہے۔ کنوئیں میں جانے والے باہر نکلے اور اپنے ساتھی سے کہا: ہم جہاد بعد میں کریں گے چلو پہلے اس کا قرض ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے جاکر قرض ادا کیا اور پھر واپس اسی جگہ آئے تو وہاں کنوئیں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ شام ہو چکی تھی، لہٰذا دونوں نے وہیں رات گزاری تو ایک شخص ان کے خواب میں آیا اور کہا: اللہ پاک میری طرف سے تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے، جب میرا قرض ادا ہوا تو میرے رب نے مجھے جنت کے فلاں مقام کی طرف منتقل کر دیا۔[4]

معاشرتی زندگی میں انسان کو ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اسلام محبت، ہمدردی اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے، اسی لیے مسلمان اپنے دینی بھائیوں کی جسمانی، اخلاقی اور مالی تعاون کے ذریعے مدد کرتے ہیں، جن میں قرض دینا بھی شامل ہے۔ تاہم قرض کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر کرنا دنیا و آخرت میں پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: مومن کی روح اس کے قرض کے سبب لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے۔[5] مراۃ المناجیح میں ہے: (مومن کی روح) یا تو فی الحال جنت میں داخل ہونے یا نیکوں کے ساتھ ملنے یا درجات حاصل کرنے سے روکی جاتی ہے۔ ادائے قرض کی منتظر رہتی ہے یا قیامت میں قرض کی ادا تک جنت میں جانے سے روکی جائے گی جب تک کہ قرض کی معافی یا کوئی اور صورت نہ ہو جائے، کتنی ہی صالح نیک ہو جنت میں داخل نہ ہو سکے گی۔ اس قرض سے وہ قرض مراد ہے جو انسان بغیر ضرورت کے لے لے اور ادا کرنے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرے اور مرتے وقت ادا کے لیے مال نہ چھوڑے۔[6]

معلوم ہوا! قرض بہت بڑا بوجھ ہے۔ جو لوگ ادائے قرض میں ٹالم ٹول کرتے ہیں ان کو بیان کردہ حکایت سے ڈر جانا چاہیے اور قرض خواہ کو اپنے پاس دھکے کھلانے کے بجائے خود اُس کے پاس جاکر شکریہ کے ساتھ اس کا قرض ادا کر دینا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جھوٹ موٹ آج کل کرتے ہوئے موت آجائے اور قبر میں جان پھنس جائے۔ ایک روایت میں ہے: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں بہترین ہیں۔[7]

قرض کے متعلق مدنی پھول: ☆ قرض لے کر واپس نہ کرنا جنت میں داخلے سے روکے جانے کا سبب ہے۔ ☆ بغیر ضرورت قرضہ لینے سے بچنا چاہیے کہ اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ ☆ جو قرضہ ضرورت کی بنا پر لے اور واپس کرنے کی نیت بھی ہو تو ایسے مسلمان کی غیبی مدد کی جاتی ہے۔ ☆ کوئی مسلمان مقروض فوت ہو جائے تو عزیزوں کو چاہیے کہ فوراً اُس کا قرضہ ادا کر دیں تاکہ مرحوم کے لئے قبر و حشر کے معاملات میں آسانی ہو۔

اللہ پاک ہمیں موت سے پہلے اپنا قرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بِجاہِ النّبیِ الامین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

---

1 ترمذی، 2/341، حدیث: 1081 2 ترمذی، 3/209، حدیث: 1579 ملخصاً 3 بخاری، 2/105، حدیث: 2387 4 موسوعہ لابن ابی الدنیا، 6/298، 299، حدیث: 50 ملخصاً 5 ترمذی، 2/341، حدیث: 1081 6 مراۃ المناجیح، 4/299 7 ابن ماجہ، 3/149، حدیث: 2423

Go To Index

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ! ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 49ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 271 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی اصحاب بیعتِ رضوان سے محبت	74	ادائیگی قرض میں تاخیر مت کیجئے	92	نوجوان نسل کی تباہی میں میڈیا کا کردار	105

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی اصحابِ بیعتِ رضوان سے محبت: پنجاب: فیصل آباد: بنت ڈاکٹر محمد شہباز۔ حیدر آباد: لطیف آباد 8: بنت سید جاوید اقبال۔ راولپنڈی: ایس ایس ماڈل ٹاؤن: بنت مقصود۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت مظہر جلیل، ہمشیرہ دانیال۔ تکواڑہ مغلاں: بنت مطہر محمود، بنت شاہد، ہمشیرہ زین، بنت وسیم علی، بنت شمس، بنت توصیف انجم، بنت مختار خان، بنت اسلم، بنت ناصر محمود، بنت محمد آصف، بنت نصیر احمد، ہمشیرہ غلام عباس، ہمشیرہ محمد حسن، بنت رفیق، بنت ندیم، بنت خالد حسین۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد حسین، بنت محمد اشفاق، بنت عرفان، بنت محمد شاہد، بنت سید عاشق حسین، بنت عارف، بنت محمد اشفاق، بنت رحمت، بنت طارق محمود، بنت عبد القادر، بنت محمد جعفر حسین۔ گلبہار: بنت نصیر احمد، بنت عمران، بنت ریاض، بنت ذوالفقار۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت محمد یاسر، بنت محمد شہباز، بنت رمضان، بنت محمد محمود، بنت محمد اجمل، ام سلمی۔ معراج کے: بنت ریاض احمد، بنت محمد افضل بھٹی، بنت محمد بوٹا، بنت محمد آصف۔ میانہ پورہ: بنت الیاس، اخت حمزہ عمران، بنت منور، بنت قمر شہزاد، بنت سہیل، بنت جمیل، بنت اعظم مبین، بنت مقصود حسین، بنت عتیق، بنت مخدوم حسین، بنت طارق حسین۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد رمضان احمد، بنت خالد محمود، بنت محمد صدیق، بنت افتخار احمد، بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ: آرائیاں: بنت محمد منیر، بنت اختر، بنت اکبر علی ناگرہ، بنت اسلام۔ فیصل آباد: سمندری: بنت جاوید۔ کراچی: بنت عابد حسین۔ گجرات: سراجا منیرا: بنت محمد طارق۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت زبیر احمد۔ گوجر خان: بنت ظہیر احمد قاضی۔ گوجرانوالہ: کاموکی: بنت رمضان۔ ملتان: نیل کوٹ: بنت غلام حسین۔

ادائیگی قرض میں تاخیر مت کیجئے: خوشاب: جوہر آباد: بنت محمد امیر۔ راولپنڈی: ایس ایس ماڈل ٹاؤن: بنت مقصود۔ ساہیوال: طارق بن زیاد: بنت شفقت علی۔ سرگودھا: 104 چک: بنت محمد منیر۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت سید رضوان علی، بنت محمد رفیق، بنت محمد منیر، بنت ابو طالب حسین، بنت ناظم، بنت لیاقت علی، ہمشیرہ محمد احمد، بنت شمشاد علی، بنت اصغر علی۔ تکواڑہ مغلاں: بنت محمد جمیل، بنت بشارت علی، بنت جاوید آصف، بنت ندیم احمد، بنت محمد اسلم، بنت شبیر احمد، بنت عمر، بنت محمد شکور، بنت نعیم، بنت محمد انور، اخت عبد الاحد، بنت سائیں ملنگا، خوشبوئے مدینہ، ہمشیرہ ابراہیم، ہمشیرہ خرم، بنت لطیف، بنت انور۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد منیب، بنت عارف، بنت محمد سلیم، بنت کاشف شیراز، بنت عرفان، بنت محمد اکرام، بنت ہمایوں، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت محمد نواز، بنت محمد شاہد، ہمشیرہ نوید علی، بنت محمد اصغر مغل، بنت دلاور حسین، بنت عبد الرزاق، بنت شمس۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت محمد ارشد، بنت عمران، بنت محمد شہباز، بنت علی احمد۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت محمد شہباز، بنت لیاقت علی، بنت اعجاز، بنت حافظ محمد شبیر، بنت محمد محمود احمد، ام سلمی، بنت جاوید۔ معراج کے: بنت طاہر حسین۔ میانہ پورہ: بنت الیاس، اخت حمزہ عمران، بنت منور، بنت سہیل، بنت جمیل، بنت اعظم مبین، بنت مقصود حسین، بنت عتیق، بنت مخدوم حسین، بنت طارق حسین۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد رمضان احمد، بنت خالد محمود، بنت محمد صدیق، بنت افتخار احمد، بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ: آرائیاں: ہمشیرہ احمد رضا، بنت اختر، بنت سوداگر حسین، بنت مبشر حسین، ہمشیرہ عدنان فاروق۔ عیسی خیل: میانوالی حکور: بنت گل نواز۔ فیصل آباد: چیاں: بنت ارشد۔ سمندری: بنت جاوید۔ کراچی: بنت رحمت علی، بنت شاکر، بنت غلام جیلانی، بنت عطاء اللہ، بنت سرفراز نواز۔ گوجرانوالہ: کاموکی: بنت رمضان۔ لاہور: گلبرگ ٹاؤن: بنت سلطان۔ نواب شاہ: بنت آصف اقبال۔ عرب: بحرین: بنت مقصود۔

نوجوان نسل کی تباہی میں میڈیا کا کردار: پاکپتن شریف: بنت بشیر احمد، پنجاب: چاچڑاں شریف: بنت اجمل۔ حیدر آباد: لطیف آباد 8: بنت سکندر خاور، ہمشیرہ سید قوسین حیدر۔ خانیوال: کوہی والا: بنت واجد۔ راولپنڈی: ایس ایس ماڈل ٹاؤن: بنت مقصود۔ ساہیوال: طارق بن زیاد کالونی: بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: ہمشیرہ دانیال، بنت نوید حسین، بنت اصغر، بنت سید ابرار حسین مدنیہ۔ تکواڑہ مغلاں: بنت جاوید سرور، بنت عارف حسین، بنت عبد الستار، بنت رزاق احمد، بنت اعجاز احمد، بنت شفیق، بنت جاوید، بنت جاوید آصف، بنت فیصل مجید، بنت رضا، بنت محمد اکرم، بنت احمد رضا، بنت محمد اسلام، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت جواد، بنت مدثر اقبال، بنت محمد خلیل تبسم، بنت غلام مصطفی، بنت ارشد، بنت محمد جنید، بنت ذوالفقار بیگ، بنت اظہر حسین، بنت محمد آصف، بنت محمد شہباز، بنت محمود احمد، بنت عدنان یوسف، بنت محمد ارشد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت آصف اقبال، بنت ندیم جاوید، بنت عبد الرزاق، بنت عثمان علی، بنت سعید، بنت عرفان، بنت کرامت علی، بنت اشفاق احمد، بنت محمد شریف، ہمشیرہ حضر علی، بنت سرور، بنت محمد امین، بنت محمد سلیم، بنت محمد جان، بنت جہانگیر۔ گلبہار: بنت ریاض، بنت فیاض احمد، بنت رمضان۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت عمران، بنت محمد شہباز، بنت محمد عمران، بنت عرفان، بنت محمد اعظم،

Go To Index

بنت نعیم، ہمشیرہ محمد احمد، بنت امجد پرویز وڑائچ، ام سلمی، بنت ارشد علی۔ معراج کے: بنت منیر حسین۔ میانہ پورہ: بنت الیاس، اخت حمزہ عمران، بنت منور، بنت قمر شہزاد، بنت سہیل، بنت جمیل، بنت اعظم مبین، بنت مقصود حسین، بنت عتیق، بنت مخدوم حسین، بنت طارق حسین۔ نندپور: بنت محمد الیاس، بنت افتخار احمد، بنت محمد عارف، بنت محمد صدیق، بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ: آرائیاں: بنت اختر، بنت محمد زمان۔ فیصل آباد: بنت ڈاکٹر محمد شہباز، بنت شفقت۔ جڑانوالہ: بنت لطیف۔ سمندری: بنت جاوید، بنت محمد اقبال۔ فیض پورہ: 30 چک: ام ملحان۔ کراچی: بنت ارشاد احمد، بنت محمد سلیم، بنت اسماعیل (فیضانِ رضا)، بنت اسماعیل (فیضانِ عطار)، بنت شبیر، بنت عطاء اللہ۔ کیٹل کالونی: مہوش۔ کوئٹہ: بنت احمد دین۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت محمد اکمل شکیل۔ گوجرانوالہ: کامونکی: بنت رمضان۔ لاہور: ای ون جوہر ٹاؤن: بنت منصور۔ گلبرگ ٹاؤن: بنت سلطان۔

محترمہ بنتِ محمد اقبال عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)

(طالبہ: درجہ دورۂ حدیث سمندری فیصل آباد)

سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز نے جہاں زندگی میں بہت سی آسانیاں پیدا کی ہیں، وہیں کئی خرابیاں بھی جنم دی ہیں۔ ہر چیز کی طرح اس کے بھی اچھے اور برے دونوں پہلو ہیں، مگر افسوس! نوجوان نسل اس کے منفی اثرات سے زیادہ متاثر ہو رہی ہے۔ ذیل میں سوشل میڈیا کے چند منفی اثرات ملاحظہ ہوں:

دنیوی نقصانات

☆ سوشل میڈیا ذہنی دباؤ، بے چینی، نیند کی کمی اور خاندانی تعلقات میں کمزوری کا سبب بن سکتا ہے۔ نیز آن لائن خریداری یا مختلف قسم کی دھوکا دہی کے ذریعے مالی نقصان کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔ ☆ مصنوعی ذہانت (AI) کے ذریعے حقیقت سے ملتی جلتی جعلی تصاویر تیار کی جاسکتی ہیں۔ ان کو غلط سیاق و سباق میں استعمال کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا، شہرت کو نقصان پہنچانا یا معاشرتی انتشار پیدا کرنا ممکن ہے۔ اس لیے ایسی تصاویر کی تصدیق اور معتبر ذرائع پر اعتماد ضروری ہے۔ ☆ سوشل میڈیا وقت کے ضیاع کا ایک بڑا سبب ہے اور وقت کا ضیاع ایک سنگین مسئلہ ہے جس سے دنیاوی معاملات ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ دینی فرائض میں بھی کوتاہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام میں وقت کی قدر و اہمیت بہت زیادہ بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے لے کر بڑھاپے میں وفات تک اللہ پاک کی اطاعت میں مشغول رہے تو پھر بھی وہ قیامت میں اس عمل کو کم سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے تاکہ مزید نیکیاں کر کے اجر و ثواب کما سکے۔ [1]

دینی نقصانات

سوشل میڈیا آخرت کے نقصانات کا بھی سبب بن رہا ہے، مثلاً: تہمت و بہتان تراشی جیسے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہونا، عقائد و اعمال میں خرابی پیدا ہونا، علمِ دین کی کمی کے باعث صحیح اور غلط میں فرق نہ کر پانا۔ اس سے نوجوان نسل کا ذہن منتشر ہو جاتا ہے اور ایمان، جو مسلمان کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے، اس کے ضائع ہونے کا خطرہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

سوشل میڈیا کے نقصانات سے بچنے کے لیے چند مفید تجاویز پیشِ خدمت ہیں: ☆ سوشل میڈیا کا استعمال ایک مقررہ وقت تک محدود رکھا جائے تاکہ وقت کا ضیاع نہ ہو۔ ☆ اپنی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے لیے اسے مثبت کاموں میں استعمال کیا جائے، جیسے نئی زبان سیکھنا، قرآنِ کریم کی درست تعلیم حاصل کرنا، آن لائن کلاسز و لیکچرز سننا اور مفید دینی کتب کا مطالعہ کرنا۔ ☆ رشتہ داروں اور دوستوں سے اچھے تعلقات قائم رکھنے کے لیے بھی اس کا مثبت استعمال کیا جائے۔ ☆ غیر ضروری اکاؤنٹس اور پیجیز بنانے سے بچا جائے۔ صرف تحقیق شدہ اور درست معلومات ہی آگے شیئر کی جائیں، افواہوں یا بغیر تصدیق باتوں کو پھیلانے سے بچا جائے۔ ☆ بہتر یہ ہے کہ دعوتِ اسلامی کی پوسٹس اور ویڈیوز شیئر کر کے دین کی تبلیغ میں حصہ لیا جائے، کیونکہ اچھی بات پھیلانا صدقہ ہے اور بعض اوقات صدقۂ جاریہ بھی بن جاتا ہے۔ ☆ یوں سوشل میڈیا نیکی کا ذریعہ بن سکتا ہے، لیکن غلط استعمال کی صورت میں گناہِ جاریہ کا سبب بھی بنتا ہے۔

اللہ کریم ہمیں سوشل میڈیا کے درست استعمال کے ذریعے اسے ثوابِ جاریہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

1 مسند امام احمد، 29/197، حدیث: 17650

Go To Index

عقیدۂ ختمِ نبوت کورس

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

عقیدۂ ختمِ نبوت اسلام کے بنیادی اور قطعی عقائد میں سے ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ پاک کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہر مسلمان کی دینی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عقیدے کو صحیح طور پر سمجھے، اس کی حفاظت کرے اور کسی بھی فکری یا اعتقادی گمراہی سے دور رہے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت اسلام کے اجماعی عقائد میں شامل ہے اور ضروریاتِ دین میں شمار کیا گیا ہے۔ آغازِ نبوت سے لے کر آج تک ہر مسلمان بلا کسی تاویل یا تخصیص کے اس بات پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ نے بھی اس عقیدے کی قطعی حیثیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور پُرنور، خاتم النبیین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخرِ جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے۔(1)

اس عقیدے کی اہمیت کا اندازہ قرآنِ مجید کی سو سے زائد آیات اور حضور کی دو سو سے زائد احادیث سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضور کی ظاہری حیات کے زمانے میں اسلام کے تحفظ کے لیے جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں، ان میں شہادت پانے والے صحابہ کرام کی کل تعداد 259 تھی اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے دفاع میں سب سے پہلا عظیم فتوحات و شہادت کا واقعہ جنگِ یمامہ ہے، جہاں 1200 صحابہ و تابعین شہید ہوئے، جن میں سے 700 قرآن کے حافظ و قاری تھے۔ یہ سب اس عقیدے کی عظمت اور اس کے دفاع کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ بعد کے زمانے میں مرزا قادیانی اور دیگر افراد نے ختمِ نبوت کے انکار اور نبوت کے دعوے کے فتنہ کو کھڑا کیا، جبکہ اعلیٰ حضرت نے اس کے خلاف مؤثر علمی دلائل پیش کیے اور مخصوص کتابوں کے ذریعے اس فتنے کا مدلل رد کیا۔ یوں عقیدۂ ختمِ نبوت ہر دور میں مسلمانوں کی دینی اور فکری حفاظت کا ستون ثابت ہوا ہے۔

کورس کے مشمولات

☆ عقیدۂ ختمِ نبوت اور اس کا حکم ☆ عقیدۂ ختمِ نبوت قرآن کی روشنی میں ☆ خاتم النبیین و مفسرینِ کرام ☆ عقیدۂ ختمِ نبوت احادیث کی روشنی میں ☆ عقیدۂ ختمِ نبوت اور صحابہ کرام کے اقوال ☆ اکابرینِ اُمّت و ختمِ نبوت

کورس کرنے کے بعد آپ کس قابل ہو جائیں گی؟

اس کورس کے ذریعے اپنے عقیدۂ ختمِ نبوت کو نہ صرف صحیح اور واضح طور پر سمجھیں گی بلکہ اس پر پختہ یقین کے ساتھ مضبوطی سے قائم بھی رہیں گی۔ نیز علمی دلائل اور پر امن اندازِ فکر کے ذریعے اس عقیدے کی حفاظت اور دفاع کے قابل بن جائیں گی، تاکہ فکری و اعتقادی فتنوں کے مقابلے میں اپنے ایمان کو ثابت قدم رکھ سکیں۔

کورس کی اہلیت

یہ کورس ہر وہ اسلامی بہن کر سکتی ہے جس کی عمر کم از کم 13 سال ہو۔ اردو زبان لکھنا پڑھنا جانتی ہو۔ اس کے علاوہ کسی خاص تعلیمی قابلیت کی شرط نہیں۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر:
03139292992 | 03142036541

1 فتاویٰ رضویہ، 14/ 333

Go To Index

صفرُ المظفر کے چند اہم واقعات

تاریخ/ماہ/سن	نام/واقعہ	مزید معلومات کے لئے پڑھیے
7صفرُ المظفر 661ھ	یومِ عرس: مشہور ولیُّ اللہ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1439، 1440ھ اور **"فیضانِ بہاء الدین زکریا ملتانی"**
14 صفرُ المظفر 1165ھ	یومِ عرس: سندھ کے مشہور ولی و صوفی شاعر حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1440ھ
17 صفرُ المظفر 1398ھ	امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ محمد الیاس قادری کی والدۂ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کا یومِ وصال	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1439ھ اور **"تعارفِ امیرِ اہلِ سنّت، صفحہ 15"**
19 صفرُ المظفر 1084ھ	یومِ وصال: حضرت علّامہ پیر سید احمد شاہ ترمذی کالپوی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1439ھ
20صفرُ المظفر 465ھ	یومِ عرس: حضور داتا گنج بخش حضرت سیّد علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1439، 1440ھ اور **"فیضانِ داتا علی ہجویری"**
25صفرُ المظفر 1340ھ	یومِ وصال: اعلیٰ حضرت، مجدِّدِ دین و ملّت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1439 تا 1446ھ اور **"فیضانِ امامِ اہلِ سنّت"**
26صفرُ المظفر 781ھ	یومِ وصال: حضرت شیخ سیّد حسن بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1439ھ
28صفرُ المظفر 1034ھ	یومِ وصال: حضرت مجدِّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1439ھ اور **"تذکرۂ مجددِ الفِ ثانی"**
29صفرُ المظفر 1356ھ	یومِ وصال: تاجدارِ گولڑہ حضرت علامہ پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1442ھ اور **"فیضانِ پیر مہر علی شاہ"**
صفرُ المظفر 04ھ	شہدائے بئرِ معونہ (70 صحابۂ کرام کو بئرِ معونہ کے مقام پر نجد کے کفار نے شہید کر دیا)	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1444ھ اور **"سیرتِ مصطفیٰ، صفحہ 394"**
صفرُ المظفر 07ھ	فتحِ خیبر: زمانۂ رسالت میں 1600 صحابہ نے خیبر کے مقام پر 20 ہزار سے زائد کفار کا مقابلہ کیا، 15 صحابہ شہید ہوئے۔	ماہنامہ فیضانِ مدینہ صفرُ المظفر 1439ھ اور **"سیرتِ مصطفیٰ، صفحہ 380"**

اللہ پاک کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

52واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے اکتوبر 2026

1. حضور کی مجاہدین سے محبت
2. دوسروں کے کام میں مداخلت مت کیجئے
3. جوائنٹ فیملی سسٹم کے مثبت اور منفی پہلو

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 جولائی 2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

Go To Index

فیضانِ صحابیات بورے والا وہاڑی

سب سے آخری نبی، محمد عربی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کرم نوازی اور امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی دعاؤں کے فیضان کو عام کرتا ہوا اور اسلامی بہنوں میں دینی کاموں کی دھومیں مچاتا ہوا عالیشان **فیضانِ صحابیات مکان نمبر 2 وائے بلاک ہاؤسنگ اسکیم بورے والا وہاڑی** کا باقاعدہ افتتاح نومبر 2023 کو رکنِ شوریٰ حاجی ابوماجد محمد شاہد عطاری مدنی اور فنانس ڈویژن ذمہ دار اور ڈسٹرکٹ نگران اسلامی بہن نے فرمایا، جو اسلامی بہنوں کے لئے ایک بہت ہی حوصلہ افزا بات ہے۔

آفسز کی تعداد

فیضانِ صحابیات بورے والا وہاڑی کی اس عمارت میں فنانس ڈیپارٹمنٹ کا آفس بھی قائم ہے۔

فیضانِ صحابیات بورے والا وہاڑی میں ہونے والے دینی کام

- الحمدُ للہ یہاں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے۔
- یہاں اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں اسلامی بہنیں اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کا جذبہ لئے پابندی کے ساتھ شرکت کی سعادت پاتی ہیں۔
- شام 5 بجے مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ مدرسات بڑی عمر کی اسلامی بہنوں کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔
- بروز ہفتہ دوپہر 1 تا 5 بجے تک روحانی علاج کا بستہ لگایا جاتا ہے، جہاں دکھیاری اسلامی بہنوں کو روحانی علاج، کاٹ اور تعویذات و وظائف کی مفت سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔

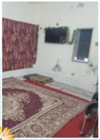

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net